

# مسندِ عالی

الطائف حسینِ عالی

8/7/8

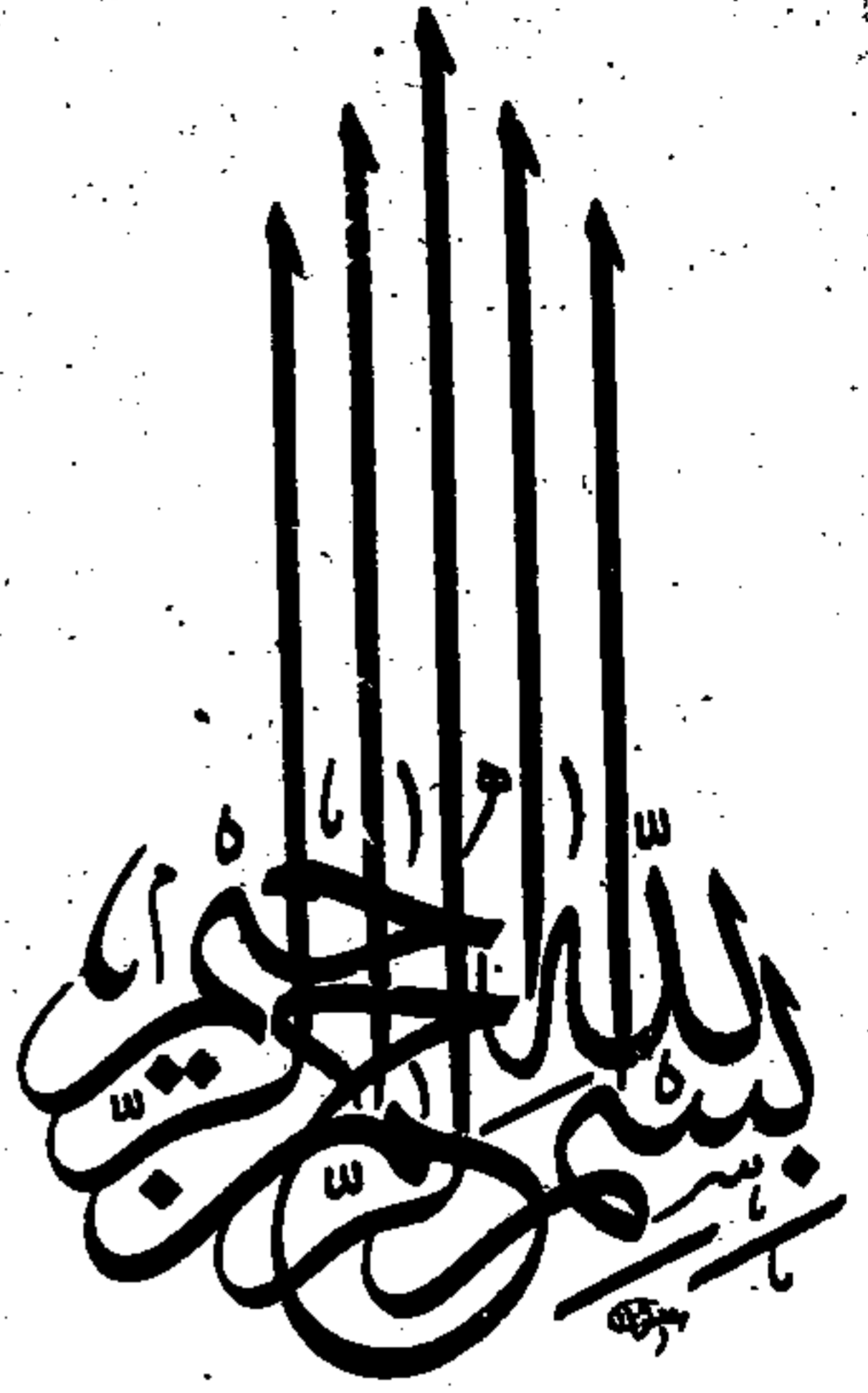
خطا کار سے درگزر کرنے والا      بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا  
مفسد کا زیر و زبر کرنے والا      قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا  
اور اک نسخہء کیمیا ساتھ لایا

میں خام کو جس نے کندن بنایا      کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا  
عرب جس پہ قرونوں سے تھا جہل چھایا      پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا  
ادھر سے ادھر پھر گیا رخِ ہوا کا





مسئلہ حالی

## ملنے کے لیے

اشرف بک اینجینیئر، کینجی چوک، سردا، لہندہ  
 شیخ بک اینجینیئر، محل آباد، رحمانا، میری شاہ کونٹ  
 ہاشمی برادرزکب در مسائل کھودت سنگھ روڈ، لکھنؤ  
 الیاس بک ڈپو جلال پور، جٹان کاروان بک سٹور، بہاولپور  
 الاخوان القادری، مشعلی کاروان لکھنؤ، پوٹریٹ سٹان  
 اسلامی کتب خانہ، حافظ آباد خان بک ڈپو، حافظ آباد  
 نقوی کتب خانہ، پاکپتن شریف کھلی بک ڈپو، سندھوی  
 خالد کتاب محل، لکھنؤ، سیالکوٹ روڈ، اقبال بک سٹال، پورے والا  
 لالہ لالی لاہوری، ریمو، زمان لاہوری، ریمو  
 سلیبی بک ڈپو، ماحم پور، شریہ، جالندھر بک ڈپو، لاسک  
 بک سٹال، 10-4 مرکز اسلام آباد، 2299604  
 پاکستان بک ڈپو، مین بازار، جلال پور، جٹان  
 کارنیشی مارت، مین بازار، کھاریاں، 510274  
 کتاب مگر حسن آرکیڈ، سٹان کینٹ، 061-510444  
 صاحب بک سٹال، نسبت روڈ، لاہور، 7230780  
 کاروان بک سٹور، سٹان کینٹ، مرزا بک اینجینیئر، شیخوپورہ  
 گل قریشی، پہلی کیشنر، لاہور، 7320318  
 علی بک ہاؤس، لاہور، مٹان بک ڈپو، لالہ موئی  
 عزیز شیشی مارت، مین بازار، کھاریاں  
 کتاب سرائے، مالک مارکیٹ، اردو بازار، لاہور  
 سلطان بک پبلس، گجرات، پنجاب بک ڈپو، گلبروڈ، گجرات  
 حافظ بک اینجینیئر، اقبال روڈ، سیالکوٹ، کڑ بک ڈپو، لالہ موئی  
 وارث سز بک ڈپو، صرافہ بازار، پنڈو، دادن خان  
 کتب خانہ، لالہ موئی، مکتبہ دارالاحسان، لالہ موئی  
 کاروان بک سٹور، بہاولپور، کمال بک ڈپو، کینجی چوک، گجرات  
 کتب خانہ، لالہ موئی، اشفاق بک ڈپو، گلبروڈ، گجرات  
 رات بک سٹور، چوک نواب گجرات، پیر شیشی، لالہ موئی  
 علی شیشی، بک سٹور، لالہ موئی، جھانگیر بک ڈپو، کراچی  
 الاشباب بک سٹال، مانوال، اسکے جلال پور، جٹان  
 خالد بک سٹال، گجرات، شان برادرز، جہلم  
 فرینڈز بک ڈپو، گجرات، مہر بک سٹال، گجرات  
 ماور بک سٹور، مال روڈ، لاہور، احسن لاہوری، ڈبرالوالہ  
 کشمیر بک ڈپو، چکوال، ڈعا، پہلی کیشنر، لاہور  
 سیمتہ سائے، لاہور، نور بک ڈپو، لالہ موئی، نوجو گجرات، گجرات

کتبہ رحمانیہ، اتر آسٹری، اردو بازار، لاہور، 7355743  
 مکتبہ، لہلم، 17 اردو بازار، لاہور، 7211788  
 اسلامی کتب خانہ، فضل الہی مارکیٹ، لاہور، 7223506  
 مشتاق بک کارنر، لاہور، 7230350  
 علم و عرفان، پہلی کیشنر، لاہور، 7232336  
 منیر برادرز، مین بازار، جہلم، سعید بک بک اسلام آباد  
 احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، سردا، لہندہ  
 گلش بک ڈپو، اردو بازار، سیالکوٹ  
 چوہدری بک ڈپو، مین بازار، دینہ، مٹان بک ڈپو، لالہ موئی  
 ضیاء القرآن پبلشرز، گنج گلش روڈ، لاہور  
 کتاب گھر، علامہ اقبال روڈ، سردا، لہندہ  
 نوالیاس کتب محل، کچھری بازار، جلالوالہ  
 اوریس کتب محل، مین بازار، منڈی سہریال  
 عربک سٹور، مٹی روڈ، سرائے، عالیگر، 653057  
 چغتائی بک ڈپو، ڈیال آزاد کشمیر، اشفاق بک ڈپو، جھولال  
 کوالٹی ڈیپارٹمنٹ، سنور کالج روڈ، پوری والا، 3355889  
 شاہین بک ہاؤس، منڈی بہاؤ الدین  
 بخار سز، قصہ خوانی بازار، پشاور، جلال بک ڈپو، گجرات  
 افضل کتب گھر، میر پور آزاد کشمیر  
 سز بکس پیر مارکیٹ، اسلام آباد، 5-2278843  
 جھانگیر بک ڈپو، لاہور، 7220897  
 سعید پہلی کیشنر، فسٹ فلور، میاں مارکیٹ، لاہور، 7122943  
 مسلم بک لینڈ، پیک روڈ، مظفر آباد، 44021-058810  
 یونائیٹڈ بک ہاؤس، کچھری روڈ، منڈی بہاؤ الدین  
 نود ہاؤس کتب گھر، جناح روڈ، ہواڑی، 62310  
 انکریم نوز، اینجینیئر گول چوک، اداکارہ  
 سائل بک اینجینیئر، محلہ چوہدری پانڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ  
 ڈار برادرز، تحصیل بازار، جہلم، فضل سز، اردو بازار، کراچی  
 کھوکھر بک سٹال، مسلم بازار، گجرات  
 مکتبہ شیدیہ، چکوال، شیر پانی کتب خانہ، ہاڑی  
 مشتاق بک ڈپو، گوجران شاہین بک ڈپو، ہاڑی  
 ہلال کالی ہاؤس، لیاقت روڈ، میاں چنوں، 662650  
 میاں محمد، مین بازار، جہلم، 0544-621126  
 دارالادب، تلہ روڈ، میاں چنوں، الرمت شیشی، لاسک

# مسئلہ حالی

خواجہ الطاف حسین حالی

خزینہ علم و ادب

الکرنیم مارکیٹ اردو بازار لاہور

دیدہ زیب اور  
خوبصورت کتب کا  
واحد مرکز

تزیین و اہتمام  
مذہب محمدیؐ طاہر نذیرؒ

84071



ضابطہ

عبداللہ  
محمد نذیرؒ طاہر نذیرؒ  
الاشراق کمپوزنگ سنٹر، لاہور  
زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

سرورق  
اہتمام  
کمپوزنگ  
مطبع  
قیمت

120

## پہلا دیباچہ

۱۲۹۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلياً

بلبل کی چمن میں ہم زبانی چھوڑی      بزم شعرا میں شعر خوانی چھوڑی  
جب سے دل زندہ تو نے ہم کو چھوڑا      ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی  
بچپن کا زمانہ جو کہ حقیقت میں دنیا کی بادشاہت کا زمانہ ہے ایک ایسے دلچسپ اور پر فضا  
میدان میں گزرا جو کلفت کے گرد و غبار سے بالکل پاک تھا۔ نہ وہاں ریت کے ٹیلے تھے نہ خاردار  
جھاڑیاں تھیں نہ آندھیوں کے طوفان تھے نہ بادِ سموم کی لپٹ تھی۔

جب اس میدان سے کھلتے کودتے آگے بڑھے تو ایک اور صحرا اس سے بھی زیادہ دلفریب  
نظر آیا جس کے دیکھتے ہی ہزاروں ولولے اور لاکھوں انگلیں خود بخود دل میں پیدا ہو گئیں۔ مگر یہ صحرا  
جس قدر نشاط انگیز تھا اسی قدر وحشت خیز تھا۔ اس کی سرسبز جھاڑیوں میں ہولناک درندے چھپے  
ہوئے تھے اور اس کے خوشنما پودوں پر سانپ اور بچھو لپٹے ہوئے تھے۔ جو نہی اس کی حد میں قدم  
رکھا ہر گوشہ سے شیر و پلنگ اور مار و کژدم نکلے آئے۔ باغِ جوانی کی بہار اگرچہ قابل دید تھی مگر دنیا کی  
مکروہات سے دم لینے کی فرصت نہ ملی نہ خود آرائی کا خیال آیا، نہ عشق و جوانی کی ہوائی، نہ وصل  
کی لذت اٹھائی، نہ فراق کا مزا چکھا۔

پہاں تھا دام سخت قریب آشیانے کے      اڑنے نہ پائے تھے کہ لرفقار ہم ہوئے  
البتہ شاعری کی بدولت چند روز جھوٹا عاشق بنا پڑا۔ ایک خیالی معشوق کی چاہ میں برسوں  
دشت جنوں کی وہ خاک اڑائی کہ قیس و فرہاد کو گرد کر دیا۔ کبھی نالہ نیم شب سے ربق مسکوں کو ہلا  
ڈالا۔ کبھی چشم دریا بار سے تمام عالم کو ڈبو دیا۔ آہ و فغاں کے شور سے کروبیوں کے کان بہرے ہو

گئے۔ شکایتوں کی بوچھاڑ سے زمانہ چیخ اٹھا۔ طعنوں کی بھرمار سے آسمان چھلنی ہو گیا۔ جب رشک کا تلاطم ہوا تو ساری خدائی کو رقیب سمجھا۔ یہاں تک کہ آپ اپنے سے بدگمان ہو گئے۔ جب شوق کا دریا منڈا تو کشش دل سے جذب مقناطیسی اور قوت کبریا کی کام لیا۔ بارہا تیغ ابرو سے شہید ہوئے اور بارہا ایک ٹھوکر سے جی اٹھے۔ گویا زندگی ایک پیراہن تھا کہ جب چاہا اتار دیا اور جب چاہا پہن لیا۔ میدان قیامت میں اکثر گزر ہوا۔ بہشت و دوزخ کی اکثر سیر کی۔ بادہ نوشی پر آئے تو خم کے خم لٹھا دیئے اور پھر بھی سیر نہ ہوئے۔ کبھی خانہ خمار کی چوکھٹ پر جہہ سائی کی۔ کبھی سے فروش کے در پر گدائی کی۔ کفر سے مانوس رہے ایمان سے بیزار رہے۔ پیر مغاں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ برہمنوں کے چیلے بنے۔ بت پوجے۔ زنا ر بانڈھا۔ قشقہ لگایا۔ زابدوں پر پھبتیاں کہیں۔ واعظوں کا خاکہ اڑایا۔ دیر اور بت خانہ کی تعظیم کی۔ کعبہ اور مسجد کی توہین کی۔ خدا سے شوخیاں کیں۔ نبیوں سے گستاخیاں کیں۔ اعجاز مسیحی کو ایک کھیل جانا۔ حسن یوسفی کو ایک تماشا سمجھا۔ غرہل کبھی تو پاک شہدوں کی بولیاں بولیں۔ قصیدہ لکھا تو بھاٹ اور بادخوانوں کے منہ پھیر دیئے۔ ہر مشت خاک میں اکسیر اعظم کے خواص بتلائے۔ ہر چوب خشک میں عصائے موسوی کے کرشمے دکھائے۔ ہر نمرود وقت کو ابراہیم خلیل سے جا ملایا۔ ہر فرعون بے سامان کو قادر مطلق سے جا بھڑایا۔ جس کے مداح بنے اسے ایسا بانس پر چڑھایا کہ خود ممدوح کو اپنی تعریف میں کچھ مزانہ آیا۔ غرض نامہ اعمال ایسا سیاہ کیا کہ کہیں سفیدی باقی نہ چھوڑی۔

چو پریش گنہم روز حشر خواهد بود      تمسکات گناہان خلق پارہ کنید

بیس برس کی عمر سے چالیسویں سال تک تیلی کے بیل کی طرح اسی ایک چکر میں پھرتے رہے اور اپنے نزدیک سارا جہاں طے کر چکے۔ جب آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تھے اب تک وہیں ہیں۔

شکست رنگ شباب و ہنوز رعنائی      در آں دیار کہ زاوی ہنوز آنجائی

نگاہ اٹھا کر دیکھا تو دائیں بائیں آگے پیچھے ایک میدان وسیع نظر آیا جس میں بے شمار انہیں چاروں طرف کھلی ہوئی تھیں اور خیال کے لیے کہیں عرصہ تنگ نہ تھا۔ جی میں آیا کہ قدم آگے بڑھائیں اور اس میدان کی سیر کریں مگر جو قدم بیس برس تک چال سے دوسری چال نہ چلے ہوں اور جن کی دوڑ دوڑ گز زمین میں محدود رہی ہو ان سے اس وسیع میدان میں کام لینا آسان نہ

تھا۔ اس کے سوا بیس برس کی بیکار اور نکمی گردش میں ہاتھ پاؤں چور ہو گئے تھے اور طاقت رفتار جواب دے چکی تھی۔ لیکن پاؤں میں چکر تھا اس لیے نچلا بیٹھنا بھی دشوار تھا۔ چند روز اسی تردد میں یہ حال رہا کہ ایک قدم آگے پڑتا تھا دوسرا پیچھے ہٹتا تھا۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ جو اس میدان کا مرد ہے ایک دشوار گزار رستے میں رہ نور رہے۔ بہت سے لوگ جو اس کے ساتھ چلے تھے تھک کر پیچھے رہ گئے ہیں۔ بہت سے ابھی اس کے ساتھ افتاں و خیزاں چلے جاتے ہیں۔ مگر ہونٹوں پر پڑیاں جمی ہیں۔ پیروں میں چھالے پڑے ہیں۔ دم چڑھ رہا ہے۔ چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ لیکن وہ اولوالعزم آدمی جو ان سب کا رہنما ہے۔ اسی طرح تازہ دم ہے۔ نہ اسے رستے کی تکان ہے نہ ہمتیوں کے چھوٹ جانے کی پروا ہے۔ نہ منزل کی دوری سے کچھ ہراس ہے۔ اس کی چیتوں میں غضب کا جادو بھرا ہے کہ جس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے وہ آنکھیں بند کر کے اسی کے ساتھ ہو لیتا ہے اس کی ایک نگاہ ادھر بھی پڑی اور اپنا کام کر گئی۔ بیس برس کے تھکے بارے خستہ و کوفتہ اسی دشوار گزار رستہ پر پڑ لیے۔ نہ یہ خبر ہے کہاں جاتے ہیں نہ یہ معلوم ہے کہ کیوں جاتے ہیں۔ نہ طلب صادق ہے نہ قدم راسخ ہے نہ عزم ہے نہ استقلال نہ صدق ہے نہ اخلاص ہے مگر ایک زبردست ہاتھ ہے کہ کھینچے لیے چلا جاتا ہے۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں      دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

زمانہ کا نیا ٹھاٹھ دیکھ کر پرانی شاعری سے دل سیر ہو گیا تھا اور جھوٹے ڈھکوسلے باندھنے سے شرم آنے لگی تھی۔ نہ یاروں کے ابھاروں سے دل بڑھتا تھا۔ نہ ساتھیوں کی ریس سے کچھ جوش آتا تھا۔ مگر یہ ایک ناسور کا منہ بند کرنا تھا جو کسی نہ کسی راہ سے تراوش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لیے بخارات درونی جن کے رکنے سے دم گھٹا جاتا تھا دل و دماغ میں تلاطم کر رہے تھے۔ اور کوئی رخنہ ڈھونڈتے تھے۔ قوم کے ایک سچے خیر خواہ نے (جو اپنی قوم کے سوا تمام ملک میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے اور جس طرح خود اپنے پر زور ہاتھ اور قوی بازو سے بھائیوں کی خدمت کر رہا ہے۔ اسی طرح ہر پانچ اور نلمے کو اسی کام میں لگانا چاہتا ہے) آکر ملامت کی اور غیرت دلائی کہ حیوان ناطق ہونے کا دعویٰ کرنا اور خدا کی دی ہوئی زبان سے کچھ کام نہ لینا بڑے شرم کی بات ہے۔

روچو انساں لب بجنہاں در دہن      در جمادی لاف انسانی مزن

قوم کی حالت تباہ ہے۔ عزیز ذلیل ہو گئے ہیں۔ شریف خاک میں مل گئے ہیں۔ علم کا خاتمہ



ہو چکا ہے۔ دین کا صرف نام باقی ہے۔ افلاس کی گھر گھر پکار ہے۔ پیٹ کی چاروں طرف دہائی ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ گئے ہیں اور بگڑتے جاتے ہیں۔ تعصب کی گھنگھور گھٹا تمام قوم پر چھائی ہوئی ہے۔ رسم و رواج کی بیڑی ایک ایک کے پاؤں میں پڑی ہے۔ جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہے۔ امراء جو قوم کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں غافل اور بے پروا ہیں۔ علماء جن کو قوم کی اصلاح میں بہت بڑا دخل ہے زمانہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے ناواقف ہیں۔ ایسے میں جس سے جو کچھ بن آئے تو بہتر ہے ورنہ ہم سب ایک ہی ناؤ میں سوار ہیں اور ساری ناؤ کی سلامتی میں ہماری سلامتی ہے۔ ہر چند لوگ بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور لکھ رہے ہیں۔ مگر نظم جو کہ بالطبع سب کو مرغوب ہے اور خاص کو عربس کا ترکہ اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہے قوم کے بیدار کرنے کے لیے اب تک کسی نے نہیں لکھی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ اور تدبیروں سے کیا ہوا جو اس تدبیر سے ہوگا۔ مگر ایسی تنگ حالتوں میں انسان کے دل پر ہمیشہ دو طرح کے خیال گزرتے رہے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ ہم کو کچھ کرنا چاہیے۔ پہلے خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ نہ ہوا۔ اور دوسرے خیال سے دنیا میں بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہوئے۔

در فیض ست منشیں از کشائش نالہمیزاں جا۔ برنگ دانہ از ہر قفل می روید کلید ایں جا۔

وہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمة۔

”اور وہ ایسا خدا ہے کہ جب لوگ ناامید ہو جاتے ہیں تو مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے“ ہر چند اس حکم کی بجا آوری مشکل تھی اور خدمت کا بوجھ اٹھانا دشوار تھا۔ مگر ناصح کی جادو بھری تقریر جی میں گھر کر گئی۔ دل سے ہی نکلی تھی دل میں جا کر ٹھہری۔ برسوں کی بچھی ہوئی طبیعت میں ایک ولولہ پیدا ہوا۔ اور باسی کڑھی میں ایک اہال آیا۔ افسردہ دل بوسیدہ دماغ جو امراض کے متواتر حملوں سے کسی کام کے نہ رہے تھے انہیں سے کام لینا شروع کیا اور ایک مسدس کی بنیاد ڈالی۔ دنیا کے مکروہات سے فرصت بہت کم ملی۔ اور بیماریوں کے ہجوم سے اطمینان کبھی نصیب نہ ہوا مگر ہر حال میں یہ دھن لگی رہی۔ بارے الحمد للہ کہ بہت سے وقتوں کے بعد ایک ٹوٹی پھوٹی نظم اس عاجز بندہ کی بساط کے موافق تیار ہو گئی۔ اور ناصح مشفق سے شرمندہ نہ ہونا پڑا۔ صرف ایک امید کے سہارے پر یہ راہ دور دراز طے کی گئی ہے۔ ورنہ منزل کا نشان نہ اب تک ملا ہے اور نہ آئندہ ملنے کی توقع ہے۔

خبرم نیست کہ منزل کہ مقصود کجاست ایں قدر ہست کہ بانگ جر سے مے آید  
 اس مسدس کے آغاز میں پان سات بند تمہید کے لکھ کر اول عرب کی اس اہتر حالت کا خاکہ  
 کھینچا ہے جو ظہور اسلام سے پہلے تھی اور جس کا نام اسلام کی زبان میں جاہلیت رکھا گیا ہے۔ پھر  
 کو کب اسلام کا طلوع ہونا اور نبی امی کی تعلیم سے اس ریگستان کا دفعتاً سرسبز و شاداب ہو جانا اور اس  
 ابر رحمت کا امت کی کھیتی کو رحلت کے وقت ہر ابھرا چھوڑ جانا اور مسلمانوں کا دینی و دنیوی ترقیات  
 میں تمام عالم پر سبقت لے جانا بیان کیا ہے۔ اس کے بعد ان کے تنزل کا حال لکھا ہے اور قوم کے  
 لیے اپنے بے ہنر ہاتھوں سے ایک آئینہ خانہ بنایا ہے جس میں آکر وہ اپنے خط و خال دیکھ سکتے ہیں  
 کہ ہم کون تھے اور کیا ہو گئے۔ اگرچہ اس جائزہ نظم میں جس کی دشواریاں لکھنے والے کا دل اور  
 دماغ ہی خوب جانتا ہے بیان کا حق نہ مجھ سے ادا ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ مگر شکر ہے کہ جس قدر ہو  
 گیا اتنی بھی امید نہ تھی۔ ہمارے ملک کے اہل مذاق ظاہراً اس روکھی پھکی سیدھی سادی نظم کو پسند  
 نہ کریں گے۔ کیونکہ اس میں تاریخی واقعات ہیں چند آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ ہے یا جو آج کل  
 قوم کی حالت ہے اس کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ نہ کہیں نازک خیالی ہے نہ رنگیں بیانی نہ مبالغہ  
 کی چاٹ ہے۔ نہ تکلف کی چاشنی ہے۔ غرض کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اہل وطن کے کان  
 مانوس اور مذاق آشنا ہوں اور کوئی کرشمہ ایسا نہیں ہے کہ لا عین رات ولا اذن سمعت ولا  
 خطر علی قلب بشر (نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں گزرا)  
 گویا اہل دہلی و لکھنؤ کی دعوت میں ایک ایسا دسترخوان چنا گیا ہے جس میں ابالی کھجڑی اور بے مرچ  
 سالن کے سوا کچھ نہیں۔ مگر اس نظم کی ترتیب مزے لینے اور واہ واہ سننے کیلئے نہیں کی گئی۔ بلکہ  
 عزیزوں اور دوستوں کو غیرت اور شرم دلانے کے لیے کی گئی ہے۔ اگر دیکھیں اور پڑھیں اور سمجھیں  
 تو ان کا احسان ہے ورنہ کچھ شکایت نہیں۔

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس

در بند آل مباح کہ نشید یا شنید



## دوسرا دیباچہ

متعلق بہ ضمیمہ

۱۳۰۳ھ

حدیث درد دلاویز داستانے ہست

کہ ذوق بیش وہ چون دراز تر گردد

مسدس مدوجزرا سلام اول ہی اول ۱۲۹۶ھ میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ اگرچہ اس نظم کی اشاعت سے شاید کوئی معتد بہ فائدہ سوسائٹی کو نہیں پہنچا۔ مگر چھ برس میں جس قدر قبولیت و شہرت اس نظم کو اطراف ہندوستان میں ہوئی وہ فی الواقع تعجب انگیز ہے۔ نظم بالکل غیر مانوس تھی اور مضمون اکثر طعن و ملامت پر مشتمل تھے۔ قوم کی برائیاں چن چن کر ظاہر کی گئی تھیں اور زبان سے تیغ و سناں کا کام لیا گیا تھا۔ ناظم کی نسبت قوم کے اکثر ابرار و اختیار مذہبی سوء ظن رکھتے تھے۔ تعصب عموماً کلمہ حق سننے سے مانع تھا۔ بااں ہمہ اس تھوڑی سی مدت میں یہ نظم ملک کے اطراف و جواہب میں پھیل گئی۔ ہندوستان کے مختلف اضلاع میں اس کے سات آٹھ ایڈیشن اب سے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ بعض قومی مدرسوں میں اس کا انتخاب بچوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ مولود شریف کی مجلسوں میں جا بجا اس کے بند پڑھے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ اس کو پڑھ کر بے اختیار روتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ اس کے بہت سے بند ہمارے واعظوں کی زبان پر جاری ہیں۔ کہیں کہیں قومی نائٹک میں اس کے مضامین ایکٹ کیے جاتے ہیں۔ بہت سے مسدس اسی کی روش پر اسی بحر میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اکثر اخباروں میں موافق و مخالف ریویو اس پر لکھے گئے ہیں۔ شمال مغربی اضلاع کے

سرکاری مدارس میں عام قبولیت کی وجہ سے انہیں کو تعلیم میں داخل کر دیا گیا ہے یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نے اس کی طرف کافی توجہ کی ہے۔ مگر اس پر مصنف کو کچھ فخر کرنے کا محل نہیں ہے۔ اگر قوم کے دل میں متاثر ہونے کا مادہ نہ ہوتا تو یہ اور ایسی ایسی ہزار نظمیں بے کار تھیں۔ پس مصنف کو اگر فخر ہے تو صرف اس بات پر ہے کہ اس نے زمین شور میں تخم زیزی نہیں کی اور پتھر میں چونک اگانی نہیں چاہی۔ اس نے ایک ایسی جماعت کو مخاطب گردانا ہے جو بے راہ ہے پر گمراہ نہیں ہے وہ رستے سے بھٹکے ہوئے میں مگر رستے کی تلاش میں چپ و راست مگراں ہیں۔ ان کے ہنر مشتوق ہو گئے ہیں مگر قابلیت موجود ہے۔ ان کی صورت بدل گئی ہے۔ مگر ہیولی باقی ہے۔ ان کے قوی مضمنحل ہو گئے۔ مگر زائل نہیں ہوئے۔ ان کے جوہر مٹ گئے ہیں مگر جلا سے پھر نمودار ہو سکتے ہیں۔ ان کے عیبوں میں خوبیاں بھی ہیں مگر چھپی ہوئی۔ ان کے خاکستر میں چنگاریاں بھی ہیں مگر دبی ہوئی۔

یہ نظم جس میں قوم کی لڑشتہ اور موجودہ حالت کا صحیح صحیح نقشہ کھینچنا مد نظر تھا اگرچہ مشرق کی عام نظموں کی نسبت مبالغہ سے خالی تھی۔ لیکن فرو گذاشت سے خالی نہ تھی۔ دوست کی نگاہ نکتہ چینی اور خوردہ گیری میں وہی کام کرتی ہے جو دشمن کی نگاہ کرتی ہے۔ دونوں یکساں عیبوں پر خوردہ گیری اور چشم پوشی کرتے ہیں۔ مگر دشمن اس غرض سے کہ عیب ظاہر ہوں اور خوبیاں مخفی رہیں۔ اور دوست اس خوف سے کہ مبادا خوبیوں کا غرور عیبوں کی اصلاح سے بازر کھے۔ مصنف بھی جو کہ دوستی کا دم بھرتا ہے شاید محبت اور دلسوزی ہی سے قوم کی عیب جوئی پر مجبور ہوا اور ہنر گستی سے معذور رہا۔ مگر یہ اسلوب جس قدر غیرت دلانے والا تھا اسی قدر مایوس کرنے والا بھی تھا۔ مصنف کے دل کی آگ بھڑک بھڑک کر بجھ گئی تھی۔ اور اس کی افسردگی الفاظ میں سرایت کر گئی تھی۔ نظم کا خاتمہ ایسے دل شکن اشعار پر ہوا جن سے تمام امیدیں منقطع ہو گئیں اور تمام کوششیں رائیگاں نظر آنے لگیں۔ شاید اس خرابی کا مدارک کچھ نہ ہو سکتا اگر قوم کی توجہ مصنف کے دل میں ایک نئی تحریک پیدا نہ کرتی اور قوم کو ایک نئے خطاب کا مستحق نہ ٹھہراتی۔ گو قوم نہیں بدلی مگر اس کے تیور بدلتے جاتے ہیں۔ پس اگر تحسین کا وقت نہیں آیا تو نفرین ضرور کم ہونی چاہیے۔ بعض احباب کی تحریک نے ان خیالات کی



تائید کی اور ایک ضمیرہ مقتضائے حال کے موافق اصل مسدس کے آخر میں لاحق کیا گیا۔ ضمیرہ کو طول دینا مصنف کا مقصود نہ تھا لیکن اس مضمون کو چھیڑ کر طول سے بچنا ایسا ہی مشکل تھا جیسے سمندر میں کود کر ہاتھ پاؤں نہ مارنا۔

قدیم مسدس میں جتہ جتہ تصرف کیا گیا ہے۔ شاید بعض تصرفات کو ناظرین اس وجہ سے کہ قدیم اسلوب مانوس ہو گیا تھا پسند نہ کریں۔ مگر مصنف کا فرض تھا کہ دوستوں کی ضیافت میں کوئی ایسی چیز پیش نہ کرے جو خود اس کے مذاق میں ناگوار معلوم ہو۔ نظم نہ پہلے پسند کے قابل تھی اور نہ اب ہے۔ مگر الحمد للہ کہ درد اور سچ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے امید ہے کہ درد پھیلے گا اور سچ چمکے گا:

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

## رباعی

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے  
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے  
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد  
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے



## مسدس

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا  
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا  
کہا ”دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا  
کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا  
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں  
کہے جو طبیب اس کو ہڈیاں سمجھیں  
سبب یا علامت گر ان کو جھانیں  
تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں  
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں  
یونہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں  
طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ  
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ“

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے  
 بھنور میں جہاز آ کے جس کا گہرا ہے  
 کنارہ ہے دور اور طوفاں بپا ہے  
 گمان ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے  
 نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی  
 پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی

گھٹا سر پہ ادبار کی چھار رہی ہے  
 فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے  
 نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے  
 چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے  
 کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم  
 ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

پر اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے  
 تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے  
 ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے  
 ہوئی صبح اور خوابِ راحت وہی ہے  
 نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ  
 نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

بہائم کی اور ان کی حالت ہے یکساں  
 کہ جس حال میں ہیں اسی میں ہیں شاداں  
 نہ ذلت سے نفرت نہ عزت کا ارماں  
 نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں

لیا عقل و ذی سے نہ کچھ کام انھوں نے

کیا دین برحق کو بدنام انھوں نے

وہ دین جس نے اعدا کو اخواں بنایا

وحوش اور بہائم کو انساں بنایا

درندوں کو غمخوارِ دوران بنایا

گدڑیوں کو عالم کا سلطان بنایا

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ

گراں کر دیا اس کا عالم سے پلہ

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا

جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا

زمانہ سے پیوند جس کا جدا تھا

نہ کشورستاں تھا نہ کشور کشا تھا

تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایا

ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا



نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور  
 کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر  
 نہ کچھ ایسے سامان تھے واں میسر  
 کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر

نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی  
 فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں  
 لوؤں کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں  
 پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں  
 کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں

نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی  
 عرب اور کل کائنات اس کی یہ تھی

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی  
 نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی  
 وہی اپنی فطرت پہ طبعِ بشر تھی  
 خدا کی زمیں بن جتی سر بسر تھی

پہاڑ اور صحرا میں ڈیرا تھا سب کا  
 تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ بجتی تھی واں ہبے محبا  
 کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا  
 بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا  
 بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی  
 طلبوں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا  
 خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا  
 ازل میں مشیت نے تھا جس کو تا کا  
 کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہدیٰ کا

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا  
 جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا  
 کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا  
 یہ عزا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا  
 اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور  
 اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ  
 ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ  
 فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ  
 نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ  
 وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے  
 درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے  
 سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے  
 جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے  
 تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے  
 بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا  
 تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

بہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی  
 صدی جس میں آدھی انھوں نے گنوائی  
 قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی  
 تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی  
 نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ  
 کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ



کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا

کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا

لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں

یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر

تو خوفِ شہادت سے بے رحم مادر

پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور

کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی

جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی

شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی

غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی

بہت اس طرح ان کو گزری تھیں صدیاں

کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھی بدیاں

ولادتِ رحمتِ للعالمین

یہ ایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت  
بڑھا، جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت  
ادا خاکِ بطحانے کی وہ ودیعت  
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہؑ سے ہویدا  
دعاے خلیل اور نویدِ مسیحا

ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت  
کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت  
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت  
کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت

یہ چالیسیویں سال لطفِ خدا سے  
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا  
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا  
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا  
وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ  
تیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

بعثتِ خاتم النبیین

خطا کار سے درگزر کرنے والا  
 بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا  
 مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا  
 قبائل کو شیر و شکر کرنے والا  
 اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا  
 اور اک نسخہء کیمیا ساتھ لایا  
 مسِ جام کو جس نے کندن بنایا  
 کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا  
 عرب جس پہ قبرنوں سے تھا جہل چھایا  
 پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا  
 رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا  
 ادھر سے ادھر پھر گیا رخِ ہوا کا  
 پڑی کان میں ذہات تھی اک بنہمی  
 نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جس کی  
 طبیعت میں جو اس کے جوہر تھے اصلی  
 ہوئے سب تھے مٹی میں مل کر وہ مٹی  
 پہ تھا مثبت علمِ قضا و قدر میں  
 کہ بن جائے گی وہ طلا اک نظر میں  
 84071



وہ فخر عرب، زیبِ محراب و منبر  
تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر  
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور  
سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ ”اے آلِ غالب  
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب؟“

کہا سب نے ”قول آج تک کوئی تیرا  
کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا“  
کہا ”گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا  
تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا؟“

کہ فوجِ گراں پشتِ کوہِ صفا پر  
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پا کر“

کہا ”تیری ہر بات کا یاں یقین ہے  
کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے“  
کہا ”گر مری بات یہ دل نشیں ہے  
تو سن لو خلاف اس میں اصلاً نہیں ہے“

کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا

ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی  
 عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی  
 نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی  
 اک آواز میں سوتی مہستی جگا دی  
 پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے  
 کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا  
 حقیقت کا گر ان کو ایک اک بتایا  
 زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا  
 بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر  
 وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیناں  
 بھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں  
 زمانہ میں تھا دورِ صہبائے بطلاں  
 مئے حق سے محرم نہ تھی بزمِ دوراں

اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک  
 خم معرفت کا تھا منہ خام اب تک

صلوات اہل اسلام

نہ واقف تھے انساں قضا اور جزا سے  
 نہ آگاہ تھے مبداء و منتہا سے  
 لگائی تھی ایک ایک نے لو ماسوا سے  
 پڑے تھے بہت دور بندے خدا سے

یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا  
 یہ رائی نے للکار کر جب پکارا

جو پید کی تھی

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق  
 زبان اور دل کی شہادت کے لائق  
 اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق  
 اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ  
 جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم  
 اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم  
 اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم  
 اسی کی طلب میں مرو گر مرو تم

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی  
 نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی



خرد اور ادراک رنجور ہیں واں  
 مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں  
 جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں  
 نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرشش ہے رہبان و احبار کی واں  
 نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا  
 کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا  
 مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا  
 بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا

سب اتناں ہیں واں جس طرح سرفگندہ  
 اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم  
 نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم  
 نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم  
 کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم  
 مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی  
 کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایٹھی بھی

اسی طرح دل ان کا ایک اک سے توڑا  
 ہر اک قبلہ کج سے منہ ان کا موڑا  
 کہیں ماسویٰ کا علاقہ نہ چھوڑا  
 خداوند سے رشتہ بندوں کا جوڑا

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے  
 دیئے سر جھکا ان کے مالک کے آگے

پتا اصل مقصود کا پا گیا جب  
 نشان گنج دولت کا ہاتھ آ گیا جب  
 محبت سے دل ان کا گرما گیا جب  
 سماں ان پہ توحید کا چھا گیا جب

سکھائے معیشت کے آداب ان کو  
 پڑھائے تمدن کے سب باب ان کو

جتائی انھیں وقت کی قدر و قیمت  
 دلائی انھیں کام کی حرص و رغبت  
 کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت  
 ہو فرزند و زن اس میں یا مال و دولت

نہ چھوڑے گا پر ساتھ ہرگز محب را  
 بھلائی میں جو وقت تم نے گزارا

غنیمت ہے صحتِ علالت سے پہلے  
 فراغتِ مشاغل کی کثرت سے پہلے  
 جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے  
 اقامتِ مسافر کی رحلت سے پہلے  
 فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت  
 جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

یہ کہہ کر کیا علم پر ان کو شیدا  
 کہ ہیں دورِ رحمت سے سب اہل دنیا  
 مگر دھیان ہے جن کو ہر دم خدا کا  
 ہے تعلیم کا یا سدا جن میں چرچا  
 انہی کے لیے یاں ہے نعمتِ خدا کی  
 انہی پر ہے واں جا کے رحمتِ خدا کی

سکھائی انہیں نوعِ انساں پہ شفقت  
 کہا ” ہے یہ اسلامیوں کی علامت  
 کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت  
 شب و روز پہنچاتے ہیں اس کو راحت  
 وہ جو حق سے اپنے لیے چاہتے ہیں  
 وہی ہر بشر کے لیے چاہتے ہیں



خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر  
 نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر  
 کسی کے گرفت گزر جائے سر پر  
 پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اہل زمین پر  
 خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ڈرایا تعصب سے ان کو یہ کہہ کر  
 کہ زندہ رہا اور مرا جو اسی پر  
 ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر  
 وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اس کے یاور

نہیں حق سے کچھ اس محبت کو بہرہ  
 کہ جو تم کو اندھا کرے اور بہرہ

بچایا برائی سے ان کو یہ کہہ کر  
 کہ طاعت سے ترکِ معاصی ہے بہتر  
 تورع کا ہے ذات میں جن کی جوہر  
 نہ ہوں گے کبھی عابد ان کے برابر

کرو ذکر اہل ورع کا جہاں تم  
 نہ لو عابدوں کا کبھی نام واں تم

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی  
 کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی  
 خبر تاکہ لو اس سے اپنی پرانی  
 نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

طلب سے ہے دنیا کی گریاں یہ نیت  
 تو چمکو گے واں ماہِ کامل کی صورت

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر  
 کہ ہیں تم میں جو اغنیا اور تو نگر  
 اگر اپنے طبقہ میں ہوں سب سے بہتر  
 بنی نوع کے ہوں مددگار و یاور

نہ کرتے ہوں بے مشورت کام ہرگز  
 اٹھاتے نہ ہوں بے دھڑک گام ہرگز

تو مردوں سے آسودہ تر ہے وہ طبقہ  
 زمانہ مبارک ملے جس کو ایسا  
 پہ جب اہل دولت ہوں اشرارِ دنیا  
 نہ ہو عیش میں جن کو اوروں کی پروا

نہیں اس زمانہ میں کچھ خیر و برکت  
 اقامت سے بہتر ہے اس وقت رحلت

دیے پھیر دل ان کے مکر و ریا سے  
 بھرا ان کے سینہ کو صدق و صفا سے  
 بچایا انہیں کذب سے افترا سے  
 کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے

رہا قول حق میں نہ کچھ باک ان کو  
 بس اک شوب میں کر دیا پاک ان کو

کہیں حفظِ صحت کے آئیں سکھائے  
 سفر کے کہیں شوق ان کو دلائے  
 مفاد ان کو سوداگری کے بھجائے  
 اصول ان کو فرماں وہی کے بتائے

نشاں راہ منزل کا ایک اک دکھایا  
 بنی نوع کا ان کو رہبر بنایا

ہوئی ایسی عادت پہ تعلیم غالب  
 کہ باطل کے شیدا ہوئے حق کے طالب  
 مناقب سے بدلے گئے سب مثالب  
 ہوئے روح سے بہرہ ور ان کے قالب

جسے راج رد کر چکے تھے وہ پتھر  
 ہوا جا کے آخر کو قائم سرے پر

رحلت ختم المرسلین

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت  
ادا کر چکی فرض اپنا رسالت  
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت  
نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت

تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی  
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

عبدالخالفت

سب اسلام کے حکم بردار بندے  
سب اسلامیوں کے مددگار بندے  
خدا اور نبی کے وفادار بندے  
قیموں کے رائڈوں کے غمخوار بندے

زہ کفر و باطل سے بیزار سارے  
نشہ میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی زسمیں مٹا دینے والے  
کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے  
سرا حکام دیں پر جھکا دینے والے  
خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے  
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے



اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا  
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا  
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا  
خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

یہ تھی موج پہلی اس آزادی کی  
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت  
نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت  
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت  
فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا  
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خليفة تھے امت کے ایسے نگہبان  
ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپاں  
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں  
نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں

کنیر اور بانو تھی آپس میں ایسی  
زمانہ میں ماں جانی بہنیں ہوں جیسی

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی  
فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی  
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی  
شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی

جہاں کر دیا نرم نما گئے وہ

جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہیے واں کفایت  
سخاوت جہاں چاہیے واں سخاوت  
چچی اور تلی دشمنی اور محبت  
نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی

رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

ترقی کا جس دم خیال ان کو آیا  
اک اندھیر تھا ربع مسکوں میں چھایا  
ہر اک قوم پر تھا تنزل کا سایا  
بلندی سے تھا جس نے سب کو گرایا

تاریخی کا زمانہ

وہ نیشن جو ہیں آج گردوں کے تارے

دھندلکے میں پستی کے پنہاں تھے سارے

نہ وہ دور دورہ تھا عبرانیوں کا  
 نہ یہ بخت و اقبال نصرانیوں کا  
 پراگندہ دفتر تھا یونانیوں کا  
 پریشاں تھا شیرازہ ساسانیوں کا  
 جہاز اہل روم کا تھا ڈمگاتا  
 چراغ اہل ایراں کا تھا ٹمٹماتا  
 ادھر ہند میں ہر طرف تھا اندھیرا  
 کہ تھا گیان گن کا لدا یاں سے ڈیرا  
 ادھر تھا عجم کو جہالت نے گھیرا  
 کہ دل سب نے کیش و کنش سے تھا پھیرا

نہ بھگوان کا دھیان تھا گیانیوں میں  
 نہ یزداں پرستی تھی یزدانیوں میں  
 ہوا ہر طرف موجزن تھی بلا کی  
 گلوں پہ چھری چل رہی تھی جفا کی  
 عقوبت کی حد تھی نہ پرش خطا کی  
 پڑی لٹ رہی تھی ودیعت خدا کی

زمیں پر تھا ابرستم کا ڈریرا  
 تباہی میں تھا نوع انساں کا بیڑا

وہ قومیں جو ہیں آج غمخوار انسان  
 درندوں کی اور ان کی طینت تھی یکساں  
 جہاں عدل کے آج جاری ہیں فرماں  
 بہت دور پہنچا تھا وہاں ظلم و طغیاں

بنے آج جو گلہ باں ہیں ہمارے  
 وہ تھے بھڑیے آدمی خوار سارے

ہنر کا جہاں گرم بازار ہے اب  
 جہاں عقل و دانش کا بہوار ہے اب  
 جہاں ابر رحمت گہریاں ہے اب  
 جہاں ہن برستا لگاتار ہے اب

تمدن کا پیدا نہ تھا واں نشاں تک  
 سمندر کی آئی نہ تھی موج واں تک

نہ رستہ ترقی کا کوئی کھلا تھا  
 نہ زینہ بلندی پہ کوئی لگا تھا  
 وہ صحرا انھیں قطع کرنا پڑا تھا  
 جہاں نقش پا تھا نہ شورِ درا تھا

جوہی کان میں حق کی آواز آئی  
 لگا کرنے خود ان کا دل رہنمائی



مسلمانوں کی ترقیات

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اٹھی  
پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی  
کڑک اور دمک دور دور اس کی پہن  
جو ٹیکس پہ گرجی تو گنگا پہ بری

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی  
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا  
ہوا جس سے اسلام کا بول بالا  
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا  
ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا

زمانہ میں پھیلانی توحید مطلق  
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں  
پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں  
ہوئی آتش افسردہ آتشکدوں میں  
لگی خاک سی اڑنے سب معبدوں میں

ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر  
جھے ایک جا سارے دنکل پتھر کر

نشر مناجات

لیے علم و فن ان سے نصرانیوں نے  
کیا کسبِ اخلاق روحانیوں نے  
ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے  
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا  
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

اجائے علوم

ارسطو کے مردہ فنوں کو جلایا  
فلاطون کو زندہ پھر کر دکھایا  
ہر اک شہزادہ و قرنیہ کو یونان بنایا  
مزا علم و حکمت کا سب کو چکھایا

کیا ہر طرف پردہ چشم جہاں سے  
جگایا زمانے کو خواب گراں سے

ہر اک میکدے سے بھرا جا کے ساغر

ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر

گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر

گرہ میں لیا باندھ حکم پیمبرؐ

کہ ”حکمت کو اک گم شدہ مال سمجھو

جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو“

ہراک علم کے فن کے جویا ہوئے وہ

ہراک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ

فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ

سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ

ہراک ملک میں ان کی پھیلی عمارت

ہراک قوم نے ان سے سیکھی تجارت

کیا جا کے آباد ہر ملک ویراں

مہیا کیے سب کی راحت کے ساماں

خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں

انہیں کر دیا رشکِ صحنِ گلستاں

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے

یہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے

یہ ہموار سڑکیں یہ راہیں مصفا

دو طرفہ برابر درختوں کا سایا

نشاں جا بجا میل و فرخ کے برپا

سر رہ کوئیں اور سرائیں مہیا

انہی کے ہیں سب نے یہ چر بے اتارے

اسی قافلہ کے نشاں ہیں یہ سارے

ایضاً

یورپیا  
آثار

سدا ان کو مرغوب سیر و سفر تھا  
ہر اک بر اعظم میں ان کا گزر تھا  
تمام ان کا چھانا ہوا بحر و بر تھا  
جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا

وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو  
گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و در کو

جہاں کو ہے یاد ان کی رفتار اب تک  
کہ نقش قدم ہیں نمودار اب تک  
ملایا میں ہیں ان کے آثار اب تک  
انہیں رو رہا ہے ملیبار اب تک

ہمالہ کو ہیں واقعات ان کے ازبر  
نشاں ان کے باقی ہیں جبرالٹر پر

نہیں اس طبق پر کوئی بر اعظم  
نہ ہوں جس میں ان کی عمارات محکم  
عرب ہند مصر اندلس و شام و یلم  
بناؤں سے ہیں ان کی معمور عالم

آثار  
ضاد  
یورپیا  
اسلام

سر کوہ آدم سے تا کوہ بیضا  
جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے ان کا



وہ سنگیں محل اور وہ ان کی صفائی  
 جمی جن کے کھنڈروں پہ ہے آج کائی  
 وہ مرقد کہ گنبد تھے جن کے طلائی  
 وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خدائی  
 زمانہ نے گو ان کی برکت اٹھالی  
 نہیں کوئی ویرانہ پر ان سے خالی  
 ہوا اندلس ان سے گلزار یکسر  
 جہاں ان کے آثار باقی ہیں اکثر  
 جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر  
 یہ ہے بیت حرا کی گویا زباں پر  
 کہ تھے آلِ عدنان سے میرے بانی  
 عرب کی ہوں میں اس زمیں پر نشانی  
 ہویدا ہے غرناطہ ہے شوکت ان کی  
 عیاں ہے بلنسیہ سے قدرت ان کی  
 بطلیوس کو یا د ہے عظمت ان کی  
 شیکتی ہے قادس میں سر حسرت ان کی  
 نصیب ان کا اشبیلیہ میں ہے سوتا  
 شب و روز ہے قرطبہ انہا کو روتا

خلافت اندلس

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے  
 مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے  
 حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے  
 خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے

جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا

کہ ہو خاک میں جیسے کنڈن و ملتا

وہ بلدہ کہ فخرِ بلادِ جہاں تھا  
 تر و خشک پر جس کا سکہ رواں تھا  
 گڑا جس میں عباسیوں کا نشان تھا  
 عراقِ عرب جس سے رشکِ جنان تھا

خلافت بغداد

اڑا لے گئی بادِ پندار جس کو

بہا لے گئی سیلِ تاتار جس کو

سے گوشِ عبرت سے گرجا کے انساں

تو واں ذرہ ذرہ یہ کرتا ہے اعلان

کہ تھا جن دنوں مہرِ اسلام تاباں

ہوا یاں کی تھی زندگی بخش دوراں

پڑی خاک ایتھنز میں جاں یہیں سے

ہوا زندہ پھر نام یوناں یہیں سے

وہ لقمان و سقراط کے در مکنوں  
 وہ اسرار بقراط و درس فلاطوں  
 ارسطو کی تعلیم سولن کے قانونوں  
 پڑے تھے کسی قبر کہنہ میں مدفون  
 یہیں آ کے مہر سکوت ان کی ٹوٹی  
 اسی باغِ رعنا سے بو ان کی پھوٹی  
 یہ تھا علم پر واں توجہ کا عالم  
 کہ ہو جیسے مجروح جویائے مرہم  
 کسی طرح پیاس ان کی ہوتی نہ تھی کم  
 بجھاتا تھا آگ ان کی باراں نہ شبنم  
 حریمِ خلافت میں اونٹوں پہ لد کر  
 چلے آتے تھے مصر و یوناں کے دفتر  
 وہ تارے جو تھے شرق میں لمعہ افکن  
 پہ تھا ان کی کرنوں سے تا غرب روشن  
 نوشتوں سے ہیں جن کے اب تک مزین  
 کتب خانہ پیرس و روم و لندن  
 پڑا غلغلہ جن کا تھا کشوروں میں  
 وہ سوتے ہیں بغداد کے مقبروں میں

وہ سنجار کا اور کوفہ کا میدان  
 فراہم ہوئے جس میں مساحِ دُوراں  
 کرہ کی مساحت کے پھیلائے سامان  
 ہوئی جزو سے قدرِ کل کی نمایاں

زمانہ وہاں آج تک نوحہ گر ہے  
 کہ عباسیوں کی سجا وہ کدھر ہے  
 سمرقند سے اندلس تک سراسر  
 انہی کی رصدگاہیں تھیں جلوہ گستر  
 سوادِ مراند میں اور قاصیوں پر  
 زمیں سے صدا آ رہی ہے برابر

کہ جن کی رصد کے یہ باقی نشان ہیں  
 وہ اسلامیوں کے منجم کہاں ہیں  
 مورخ جو ہیں آج تحقیق والے  
 تفحص کے ہیں جن کے آئیں نرالے  
 جنہوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے  
 زمیں کے طبق سر بسر چھان ڈالے

عرب ہی نے دل ان کے جا کر ابھارے  
 عرب ہی سے وہ بھرنے سیکھے ترارے



اندھیرا تواریخ پر چھا رہا تھا  
ستارہ روایت کا گہنا رہا تھا  
درایت کے سورج پہ ابر آ رہا تھا  
شہادت کا میدان دھندلا رہا تھا

سِر رہ چراغ اک عرب نے جلایا  
ہر اک قافلہ کا نشاں جس سے پایا

گروہ ایک جو یا تھا علمِ نبی کا  
لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا  
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا  
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا

کیے جرح و تعدیل کے وضع قانون  
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو  
اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو  
سنا خازنِ علمِ ذیں جس بشر کو  
لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو

پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر  
دیا اور کو خود مزا اس کا چلو کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا  
مناقب کو چھانا مثالب کو بتایا  
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا  
ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا

طلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا  
نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر  
گواہ ان کی آزادی کے ہیں یکسر  
نہ تھا ان کا احساں یہ اک اہل دین پر  
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے  
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

فصاحت کے دفتر تھے سب گاؤ خوردہ

بلاغت کے رستے تھے سب ناسپردہ

ادھر روم کی شمع انشا تھی مردہ

ادھر آتشِ پارسی تھی فسردہ

پاک جو برق آ کے چمکی عرب کی

کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھ سب کی

فصاحت لبر

عرب کی جو دیکھی وہ آتش زبانی  
 سنی بر محل ان کی شیوا بیانی  
 وہ اشعار کی دل میں ریشہ دوانی  
 وہ خطبوں کی مانند دریا روانی  
 وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسوں کے  
 تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے  
 سلیقہ کسی کو نہ تھا مدح و ذم کا  
 نہ ڈھب یاد تھا شرحِ شادی و غم کا  
 نہ انداز تلقین و وعظ و حکم کا  
 خزانہ تھا مدفون زباں اور قلم کا  
 نواسنجیاں ان سے سیکھیں یہ سب نے  
 زباں کھول دی سب کی نطقِ عرب نے  
 زمانہ میں پھیلی طب ان کی بدولت  
 ہوئی بہرہ ور جس سے ہر قوم و ملت  
 نہ صرف ایک مشرق میں تھی ان کی شہرت  
 مسلم تھی مغرب تک ان کی خذاقت  
 سلرنو میں جو ایک نامی مطب تھا  
 وہ مغرب میں عطارِ مشکِ عرب تھا

ابوبکر رازی علی ابن عیسیٰ

حکیم گرامی حسین ابن سینا

حنین ابن اسحق قسیس دانا

ضیا ابن بیطار راس الاطبا

انھیں کے ہیں مشرق میں سب نام لیوا

انہیں سے ہوا پار مغرب کا کھیوا

غرض فن ہیں جو مایہ دین و دولت

طبعی، الہی، ریاضی و حکمت

طب اور کیمیا ہندسہ اور ہنیت

سیاست تجارت عمارت فلاح

لگاؤ گے کھوج ان کا جا کر جہاں تم

نشاں ان کے قدموں کے پاؤ گے واں تم

ہوا گو کہ پامال بستان عرب کا

مگر اک جہاں ہے غزنخواں عرب کا

ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا

سپید و سیاہ پر ہے احساں عرب کا

وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی

کنوٹھی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

عرب کی فیض رسانی

رہے جب تک ارکان اسلام برپا  
 چلن اہل دین کا رہا سیدھا ساوا  
 رہا میل سے شہد صافی مصفا  
 رہی کھوٹ سے سیمِ خالص مبرا  
 نہ تھا کوئی اسلام کا مردِ میداں  
 علم ایک تھاشش جہت میں در افشاں

تجزیل اہل اسلام

پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ ضفا کا  
 گیا چھوٹ سر رشتہ دینِ ہدیٰ کا  
 رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا  
 تو پورا ہوا عہد جو تھا خدا کا  
 کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک  
 وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک  
 برے ان پہ وقت آ کے پڑنے لگے اب  
 وہ دنیا میں بس کر اجڑنے لگے اب  
 بھرے ان کے میلے پچھڑنے لگے اب  
 بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب

ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر  
 گھٹا کھل گئی سارے عالم پہ چھا کر



نہ ثروت رہی ان کی قائم نہ عزت  
گئے چھوڑ ساتھ ان کا اقبال و دولت  
ہوئے علم و فن ان سے ایک ایک رخصت  
مٹیں خوبیاں ساری نوبت نہ نوبت

رہا دین باقی نہ اسلام باقی  
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی  
ملے کوئی ٹیلہ اگر ایسا اونچا  
کہ آتی ہوواں سے نظر ساری دنیا  
چڑھے اس پہ پھر اک خرد مند دانا  
کہ قدرت کے دنگل کا دیکھے تماشا

تو قوموں میں فرق اس قدر پائے گا وہ  
کہ عالم کو زیر و زبر پائے گا وہ

وہ دیکھے گا ہر سو ہزاروں چمن واں  
بہت تازہ تر صورتِ باغِ رضواں  
بہت ان سے کمتر پہ سر سبز و خنداں  
بہت خشک اور بے طراوت مگر ہاں

نہیں لائے گو برگ و باران کے پودے  
نظر آتے ہیں ہونہار ان کے پودے

احمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑ سراسر  
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر  
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر  
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر

نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل

ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

جہاں زہر کا کام کرتا ہے باراں

جہاں آ کے دیتا ہے رُو ابر نیساں

تردد سے جو اور ہوتا ہے ویراں

نہیں راس جس کو خزاں اور بہاراں

یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے

کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

وہ دینِ حجازی کا بیباک بیڑا

نشاں جس کا اقصائے عالم میں پہنچا

مزاحم ہوا کوئی خطرہ نہ جس کا

نہ عماں میں ٹھٹکا نہ قلزم میں جھجکا

کئے پے سپر جس نے ساتوں سمندر

وہ ڈوبا دہانے میں گنگا کے آ کر

اگر کان دھر کر سنیں اہل عبرت  
تو سیلون سے تابہ کشمیر و تبت  
زمیں روکھ بن پھون پھل ریت پریت  
یہ فریاد سب کر رہے ہیں بہ حسرت

کہ کل فخر تھا جن سے اہل جہاں کو  
لگا ان سے عیب آج ہندوستان کو

حکومت نے تم سے کیا گر کنار

تو اس میں نہ تھا کچھ تمہارا اجارا

زمانہ کی گردش سے ہے کس کو چارا

کبھی یاں سکندر کبھی یاں ہے دارا

نہیں بادشاہی کچھ آخر خدائی

جو ہے آج اپنی تو گل ہے پرانی

ہوئی مقتضی جب کہ حکمت خدا کی

کہ تعلیم جاری ہو خیرالوری کی

پڑے دھوم عالم میں دین ہدی کی

تو عالم کی تم کو حکومت عطا کی

کہ پھیلاؤ دنیا میں حکم شریعت

کرو ختم بندوں پہ مالک کی حجت

ادا کر چکی جب حق اپنا حکومت  
 رہی اب نہ اسلام کو اس کی حاجت  
 مگر حیف اے فخر آدم کی امت  
 ہوئی آدمیت بھی ساتھ اس کے رخصت  
 حکومت تھی گویا کہ اک جھول تم پر  
 کہ اڑتے ہی اس کے نکل آئے جوہر

زمانہ میں ہیں ایسی قومیں بہت سی  
 نہیں جن میں تخصیص فرماندہی کی  
 پر آفت کہیں ایسی آئی نہ ہو گی  
 کہ گھر گھر پہ یاں چھا گئی آ کے پستی  
 چکوز اور شہباز سب اوج پر ہیں  
 مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

وہ ملت کہ گردوں پہ جس کا قدم تھا  
 ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا  
 وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا  
 وہ امت لقب جس کا خیر الامم تھا  
 نشاں اس کا باقی ہے صرف اس قدر یاں  
 کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلمان

۵۴  
وگرنہ ہماری رگوں میں لہو میں  
ہمارے ارادوں میں اور جستجو میں  
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں  
طبیعت میں فطرت میں عادت میں خو میں

نہیں کوئی ذرہ نجابت کا باقی  
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاتی

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے  
کینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے  
لگا نام آبا کو ہم سے گہن ہے  
ہمارا قدم ننگِ اہلِ وطن ہے  
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے  
عرب کی شرافت ڈبوائی ہے ہم نے  
نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت  
نہ اینوں سے الفت نہ غیروں سے ملت  
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت  
خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت

عداوت نہاں دوستی آشکارا  
غرض کی تواضع، غرض کی مدارا



۵۵  
نہ اہل حکومت کے ہمراز ہیں ہم  
نہ درباریوں میں سر افراز ہیں ہم  
نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم  
نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم

نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں

نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بری گت ہماری

بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری

گئی گزری دنیا سے عزت ہماری

نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری

پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے

تو قیام پہ جنت کی جیتے ہیں سارے

سیاحت کی گوں ہیں نہ مرد سفر ہیں

خدا کی خدائی سے ہم بے خبر ہیں

یہ دیواریں گھر کی جو پیش نظر ہیں

یہی اپنے نزدیک حد بشر ہیں

ہیں تالاب میں مچھلیاں کچھ فراہم

وہی ان کی دنیا وہی ان کا عالم

بہشت اور ارم سلسبیل اور کوشک  
 پہاڑ اور جنگل جزیرے سمندر  
 اسی طرح کے اور بھی نام اکثر  
 کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں برابر

یہ جب تک نہ دیکھیں کہیں کس یقین پر  
 کہ یہ آسماں پر ہیں یا ہیں زمیں پر  
 وہ بے مول پونجی کہ ہے اصل دولت  
 وہ شائستہ لوگوں کا گنج سعادت  
 وہ آسودہ قوموں کا راس البضاعت  
 وہ دولت کہ ہے وقت جس سے عبارت

نہیں اس کی وقعت نظر میں ہماری  
 یونہی یونہیں مفت جاتی ہے برباد ساری

اگر ہم سے مانگے کوئی ایک پیسہ  
 تو ہو گا کم و بیش بار اس کا دینا  
 مگر ہاں وہ سرمایہ دین و دنیا  
 کہ ایک ایک لمحہ ہے انمول جس کا

نہیں کرتے خست اڑانے میں اس کے  
 بہت ہم سخی ہیں لٹانے میں اس کے

اگر سانس دن رات کے سب گنیں ہم  
تو نکلیں گے انفاس ایسے بہت کم  
کہ ہو جن میں کل کیلئے کچھ فراہم  
یونہی گزرے جاتے ہیں دن رات پیہم

نہیں کوئی گویا خبردار ہم میں

کہ یہ سانس آخر ہیں اب کوئی دم میں

گڈریے کا وہ حکم بردار کتا

کہ بھیڑوں کی ہر دم ہے رکھوال کرتا

جو ریوڑ میں ہوتا ہے پتے کا کھڑکا

تو وہ شیر کی طرح پھرتا ہے بھرا

گر انصاف کیجئے تو ہے ہم سے بہتر

کہ غافل نہیں فرض سے اپنے دم بھر

وہ قومیں جو سب زاہیں طے کر چکی ہیں

ذخیرے ہر اک جنس کے بھر چکی ہیں

ہر اک بوجھ بار اپنے سر دھر چکی ہیں

ہوئیں تب نہیں زندہ کہ جب مر چکی ہیں

اسی طرح زاہ طلب میں ہیں پویا

بہت دور ابھی ان کو جانا ہے گویا

ابلی یورپ کا ضبط اوقاف

کسی وقت جی بھر کے سوتے نہیں وہ  
 کبھی سیر محنت سے ہوتے نہیں وہ  
 بضاعت کو اپنی ڈبوتے نہیں وہ  
 کوئی لمحہ بے کار کھوتے نہیں وہ  
 نہ چلنے سے تھکتے نہ اکتاتے ہیں وہ  
 بہت بڑھ گئے اور بڑھے جاتے ہیں وہ

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں  
 جمادات کی طرح بارِ زمیں ہیں  
 جہاں میں ہیں ایسے کہ گویا نہیں ہیں  
 زمانہ سے کچھ ایسے فارغ نہیں ہیں  
 کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا  
 وہ سب کر چکے ایک باقی بے مرنا

بہنو بھائی

یہاں اور ہیں جتنی قومیں گرامی  
 خود اقبال ہے آج ان کا سلامی  
 تجارت میں ممتاز دولت میں نامی  
 زمانہ کے ساتھی ترقی کے حامی  
 نہ فارغ ہیں اولاد کی تربیت سے  
 نہ بے فکر ہیں قوم کی تقویت سے

دکان ان کی ہے اور بازار ان کا  
 بیج ان کا ہے اور بہوار ان کا  
 زمانہ میں پھیلا ہے بیوپار ان کا  
 ہے پیر و جوان برسر کار ان کا  
 مدار اہلکاری کا ہے اب انہیں پر  
 انہیں کے ہیں آفس انہیں کے ہیں دفتر

معزز ہیں ہر ایک دربار میں وہ  
 گرامی ہیں ہر ایک سرکار میں وہ  
 نہ رسوا ہیں عادات و اطوار میں وہ  
 نہ بدنام گفتار و کردار میں وہ  
 نہ پیشہ سے حرفہ سے انکار ان کو  
 نہ محنت مشقت سے کچھ عار ان کو

جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ  
 اڑے زد تو بیچ کر نکل جاتے ہیں وہ  
 ہر اک سماجے میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ  
 جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ  
 ہر اک وقت کا مقتضی جانتے ہیں  
 زمانہ کے تیور وہ پہچانتے ہیں



مگر ہے ہماری نظر اتنی اونچی  
 کہ یکساں ہے واں سب بلندی و پستی  
 نہیں اب تک اصلاً خبر ہم کو یہ بھی  
 کہ ہے کون مردار کتیا ترقی  
 جدھر کھول کر آنکھ ہم دیکھتے ہیں  
 زمانہ کو اپنے سے کم دیکھتے ہیں  
 زمانہ کا دن رات ہے یہ اشارا  
 کہ ہے آشتی میں مری یاں گزارا  
 نہیں پیروی جن کو میری گوارا  
 مجھے ان سے کرنا پڑے گا کنارا  
 سدا ایک ہی رخ نہیں ناؤ چلتی  
 چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی  
 چمن میں ہوا آ چکی ہے خزاں کی  
 پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی  
 صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی  
 کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

تباہی کے خواب آ رہے ہیں نظر سب  
 مصیبت کی ہے آنے والی سحر اب

فلاکت جسے کہتے ام الجرائم  
 نہیں رہتے ایماں پہ دل جس سے قائم  
 بناتی ہے انسان کو جو بہائم  
 مصلیٰ ہیں دل جمع جس سے نہ صائم

وہ یوں اہل اسلام پر چھا رہی ہے  
 کہ مسلم کی گویا نشانی یہی ہے  
 کہیں مکر کے گر سکھاتی ہے ہم کو  
 کہیں جھوٹ کی لو لگاتی ہے ہم کو  
 خیانت کی چالیں بچھاتی ہے ہم کو  
 خوشامد کی گھاتیں بتاتی ہے ہم کو

فسوں جب یہ پاتی نہیں کارگر وہ  
 تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گر وہ

یہاں جتنی قومیں ہمارے سوا ہیں  
 ہزار ان میں خوش ہیں تو دو بیوا ہیں  
 یہاں لاکھ میں دو اگر اغنیا ہیں  
 تو سو نیم بسکل ہیں باقی گدا ہیں

ذرا کام غیرت کو فرمائیں گر ہم  
 تو سمجھیں کہ ہیں مبتذل کس قدر ہم

بگاڑے ہیں گردش نے جو خاندانی  
 نہیں جانتے بس کہ روٹی کمائی  
 دلوں میں ہے یہ یک قلم سب نے ٹھانی  
 کہ کیجئے بسر مانگ کر زندگانی

جہاں قدر دانوں کا ہیں کھوج پاتے  
 پہنچتے ہیں واں مانگتے اور کھاتے

کہیں باپ دادا کا ہیں نام لیتے  
 کہیں روشناسی سے ہیں کام لیتے  
 کہیں جھوٹے وعدوں پہ ہیں دام لیتے  
 یونہی ہیں وہ دے دے کے دم دام لیتے

بزرگوں کے نازاں ہیں جس نام پر وہ  
 اسے بیچتے پھرتے ہیں در بدر وہ

یہ ہیں ڈھنگ ان تازہ آفت زدوں کے  
 بہت کم زمانہ ہوا جن کو بگڑے  
 ابھی ایک عالم ہے آگاہ جن سے  
 کہ ہیں کس کے بیٹے وہ اور کس کے پوتے

جنہیں دیں پروین سب جانتے ہیں  
 حسب اور نسب جن کا پہچانتے ہیں

مگر مٹ چکا جن کا نام و نشان ہے  
 پرانی ہوئی جن کی اب داستاں ہے  
 فسانوں میں قصوں میں جن کا بیاں ہے  
 بہت نسل پر تنگ ان کی جہاں ہے  
 نہیں ان کی قدر اور پریش کہیں اب

انہیں بھیک تک کوئی دیتا نہیں اب

بہت آگ چلموں کی سلگانے والے  
 بہت گھانس کی گھڑیاں لانے والے  
 بہت در بدر مانگ کر کھانے والے  
 بہت فاتے کر کے مرجانے والے

جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر

تو نکلیں گے نسلِ ملوک ان میں اکثر

انہی کے بزرگ ایک دن حمران تھے

انہی کے پرستار پیر و جوان تھے

یہی مامن، عاجز و ناتواں تھے

یہی مرجعِ ولیم و اصفہاں تھے

یہی کرتے تھے ملک کی گلہ بانی

انہیں کے گھروں میں تھی صاحبِ قرانی

یہ اے قومِ اسلام عبرت کی جا ہے  
 کہ شاہوں کی اولاد در در گدا ہے  
 جسے سنئے افلاس میں مبتلا ہے  
 جسے دیکھئے مفلس و بینوا ہے  
 نہیں کوئی ان میں کمانے کے قابل

اگر ہیں تو ہیں مانگ کھانے کے قابل  
 نہیں مانگنے کا طریق ایک ہی یاں  
 گدائی کی ہیں صورتیں نت نئی یاں  
 نہیں حصر کنگلوں پہ گدیہ گری یاں  
 کوئی دے تو منگلوں کی ہے کیا کمی یاں

بہت ہاتھ پھیلائے زیرِ روا ہیں

چھپے اجلے کپڑوں میں اکثر گدا ہیں

بہت آپ کو کہہ کے مسجد کے بانی

بہت بن کے خود سیدِ خاندانی

بہت سیکھ کر نوحہ و سوزِ خوانی

بہت مدح میں کر کے رنگیں بیانی

بہت آستانوں کے خدام بن کر

پڑے مانگتے کھاتے پھرتے ہیں در در



مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں  
 ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں  
 تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں  
 فرنگی کے پیسے کو مردار سمجھیں  
 تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی  
 وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی  
 کریں نوکری بھی تو بے عزتی کی  
 جو روٹی کمائیں تو بے حرمتی کی  
 کہیں پائیں خدمت تو بے عزتی کی  
 قسم کھائیے ان کی خوش قسمتی کی

امیروں کے بنتے ہیں جب یہ مصاحب  
 تو جاتے ہیں ہو کر حمیت سے تائب

کہیں ان کی صحبت میں گانا بجانا  
 کہیں مسخرہ بن کے ہنسا ہنسانا  
 کہیں پھبتیاں کہہ کے انعام پانا  
 کہیں چھیڑ کر گالیاں سب سے کھانا

یہ کام اور بھی کرتے ہیں پر نہ ایسے  
 مسلمان بھائی سے بن آئیں جیسے

امیروں کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے  
 خمیر ان کا اور ان کی طینت جدا ہے  
 سزاوار ہے ان کو جو ناسزا ہے  
 روا ہے انہیں سب کہ جو ناروا ہے  
 شریعت ہوئی ہے نکو نام ان سے  
 بہت فخر کرتا ہے اسلام ان سے

ہر اک بول پر ان کے مجلس فدا ہے  
 ہر اک بات پر واں درست اور بجا ہے  
 نہ گفتار میں ان کی کوئی خطا ہے  
 نہ کردار ان کا کوئی ناسزا ہے  
 وہ جو کچھ کہتے ہیں کہہ سکے کون ان کو  
 بنایا ندیموں نے فرعون ان کو

وہ دولت کہ ہے مایہ دین و دنیا  
 وہ دولت کہ ہے توشہ راہ عقوبتی  
 سلیمان نے کی جس کی حق سے تمنا  
 بڑھا جس سے آفاق میں نام کسری  
 کیا جس نے حاتم کو مشہور دوراں  
 کیا جس نے یوسف کو مسجودِ اخواں

ملا ہے یہ فخر اس کو ان کی بدولت  
 کہ سمجھی گئی ہے وہ اصل شقاوت  
 کہیں ہے وہ سرمایہ جہل و غفلت  
 کہیں نشہ باؤہ کبر و نخوت

جہاں کے لیے جو کہ آبِ بقا ہے  
 وہ اس قوم کے حق میں سہی دوا ہے

ادھر مال و دولت نے یاں منہ دکھایا  
 ادھر ساتھ ساتھ اس کے ادبار آیا  
 پڑا آ کے جس گھر پہ ثروت کا سایا  
 عمل واں سے برکت نے اپنا اٹھایا

نہیں راس یاں چار پیسے کسی کو  
 مبارک نہیں جیسے پر چیونٹی کو

سمجھتے ہیں سب عیب جن عادتوں کو  
 بہائم سے نسبت ہے جن سیرتوں کو  
 چھپاتے ہیں اوباش جن خصلتوں کو  
 نہیں کرتے اجلاف جن حرکتوں کو

وہ یاں اہل دولت کو ہیں شیرِ ماز  
 نہ خوفِ خدا ہے نہ شرمِ پیغمبر

طبیعت اگر لہو و بازی پہ آئی  
 تو دولت بہت سی اسی میں لٹائی  
 جو کی حضرت عشق نے رہنمائی  
 تو کر دی بھرے گھر کی دم میں صفائی  
 پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے  
 یونہیں مٹ گئے یاں ہزاروں گھرانے

نہ آغاز پر اپنے غور ان کو اصلا  
 نہ انجام کا اپنے کچھ ان کو کھٹکا  
 نہ فکر ان کو اولاد کی تربیت کا  
 نہ کچھ ذلت قوم کی ان کو پروا  
 نہ حق کوئی دیتا پہ ان کا نہ دیں پر  
 خدا کو وہ کیا منہ دکھائیں گے جا کر

کسی قوم کا جب التا ہے دفتر  
 تو ہوتے ہیں مسخ ان میں پہلے تو نگر  
 کمال ان میں رہتے ہیں باقی نہ جوہر  
 نہ عقل ان کی ہادی نہ دین ان کا رہبر  
 نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا  
 نہ عقبی میں دوزخ نہ جنت کی پروا

نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا  
 نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا  
 ہوا و ہوس میں خودی سے گزرنا  
 تعیش میں جینا نمائش پہ مرنا

سدا خوابِ غفلت میں بیہوش رہنا

دمِ نزع تک خود فراموش رہنا

پریشاں اگر قحط سے اک جہاں ہے

تو بے فکر ہیں کیونکہ گھر میں سماں ہے

اگر باغِ امت میں فصلِ خزاں ہے

تو خوش ہیں کہ اپنا چمن گل فشاں ہے

بنی نوعِ انساں کا حق ان پہ کیا ہے

وہ اک نوعِ بشر سے جدا ہے

کہاں بندگانِ ذلیل اور کہاں وہ

بسر کرتے ہیں بے غم قوت و ناں وہ

پہنتے نہیں جز سمور و کتاں وہ

مکان رکھتے ہیں رشکِ خلدِ جناں وہ

نہیں چلتے وہ بے سواری قدم بھر

نہیں رہتے بے نغمہ و ساز دم بھر



کمر بستہ ہیں لوگ خدمت میں ان کی  
گل و لالہ رہتے ہیں صحبت میں ان کی  
نفاست بھری ہے طبیعت میں ان کی  
نزاکت سو داخل ہے عادت میں ان کی

دواؤں میں مشک ان کی اٹھتا ہے ڈھیروں

وہ پوشاک میں عطر ملتے ہیں سیروں

یہ ہو سکتے ہیں ان کے ہم جنس کیونکر

نہیں چین جن کو زمانے سے دم بھر

سواری کو گھوڑا نہ خدمت کو نوکر

نہ رہنے کو گھر اور نہ سونے کو بستر

پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی

جو تدبیر الٹی تو تقدیر کھوٹی

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا

کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا

خلاق سے ہی جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں

کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

عجبت خلق اللہ

اہل یورپ کی ہمدردی

عمل جن کا ہے اس کلامِ منتیں پر  
وہ سر سبز ہیں آج روئے زمیں پر  
تفوق ہے ان کو کہیں و مہیں پر  
مدار آدمیت کا ہے اب انہیں پر

شریعت کے جو ہم نے پیمان توڑے  
وہ لے جا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

سمجھتے ہیں گمراہ جن کو مسلمان  
نہیں جن کو عقبی میں امیدِ غفراں  
نہ حصہ میں فردوس جن کے نہ رضواں  
نہ تقدیر میں حور جن کے نہ غلماں

پس از مرگ دوزخ ٹھکانا ہے جن کا  
حمیم آب و زقوم کھانا ہے جن کا

وہ ملک اور ملت پہ اپنی فدا ہیں  
سب آپس میں ایک اک کے حاجت روا ہیں  
اولوا لعلم ہیں ان میں یا اغنیا ہیں  
طلب گار بہبودِ خلقِ خدا ہیں

یہ تمغا تھا گویا کہ حصہ انہیں کا  
کہ حب الوطن ہے نشانِ مومنین کا

امیروں کی دولت غریبوں کی ہمت  
ادیبوں کی انشا حکیموں کی حکمت  
فصیحوں کے خطبے شجاعوں کی جرأت  
سپاہی کے ہتیار شاہوں کی طاقت

دلوں کی امیدیں امنگوں کی خوشیاں  
سب اہل وطن اور وطن پر ہیں قرباں

عروج ان کا جو تم عیاں دیکھتے ہو  
جہاں میں انہیں کامراں دیکھتے ہو  
مطیع ان کا سبارا جہاں دیکھتے ہو  
انہیں برتر از آسماں دیکھتے ہو

یہ ثمرے ہیں ان کی جوانمردیوں کے  
نتیجے ہیں آپس کی ہمدردیوں کے

کلمتان باہمت اور دولت مند

غنی ہم میں ہیں جو کہ ارباب ہمت  
مسلم ہے عالم میں جن کی سخاوت  
اگر ہے مشائخ سے ان کو عقیدت  
تو ہے پیرزادوں پہ وقف ان کی دولت

نکمے ہیں دن رات واں عیش کرتے  
پہ نوکر ہیں جتنے وہ بھوکے ہیں مرتے

عمل و اعظوں کے اگر قول پر ہے  
 جو بخشش کی امید بے صرف زر ہے  
 نماز اور روزہ کی عادت اگر ہے  
 تو روز حساب ان کو پھر کس کا ڈر ہے

اگر شہر میں کوئی مسجد بنا دی  
 تو فرودس میں نیو اپنی جما دی

عمارت کی بنیاد ایسی اٹھانی  
 نہ نکلے کہیں ملک میں جس کا ثانی  
 تماشوں میں ثروت بڑوں کی اڑانی  
 نمائش میں دولت خدا کی لٹانی

چھٹی بیاہ میں کرنے لاکھوں کے ساماں  
 یہ ہیں ان کی خوشیاں یہ ہیں انکے ارماں

مگر دین برحق کا بوسیدہ ایواں  
 تزلزل میں مدت سے ہیں جس کے ارکاں  
 زمانہ میں ہے جو کوئی دن کا مہماں  
 نہ پائیں گے ڈھونڈا جسے پھر مسلمان

عزیزوں نے اس سے توجہ اٹھالی  
 عمارت کا ہے اس کی اللہ والی

دین اسلام کی حالت

پڑی ہیں سب اجڑی ہوئی خانقاہیں  
 وہ درویش و سلطان کی امید گاہیں  
 کھلیں تھیں جہاں علم باطن کی راہیں  
 فرشتوں کی پڑتی تھیں جن پر نگاہیں  
 کہاں ہیں وہ جذب الہی کے پھندے  
 کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے  
 وہ علم شریعت کے ماہر کدھر ہیں  
 وہ اخبار دیں کے مبصر کدھر ہیں  
 اصولی کدھر ہیں، مناظر کدھر ہیں  
 محدث کہاں ہیں، مفسر کدھر ہیں  
 وہ مجلس جو کل سر بسر تھی چراغاں  
 چراغ اب کہیں ٹٹماتا نہیں واں  
 مدارس وہ تعلیم دیں کے کہاں ہیں  
 مراحل وہ علم و یقین کے کہاں ہیں  
 وہ ارکان شرع، متین کے کہاں ہیں  
 وہ وارث رسول، امین کے کہاں ہیں  
 رہا کوئی امت کا طبا نہ ماویٰ  
 نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ مُلا



کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر  
 کہاں ہیں وہ علم الہی کے منظر  
 چلی ایسی اس بزم میں بادِ صرصر  
 بجھیں مشعلیں نورِ حق کی سراسر  
 رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی  
 صراحی نہ طنبورِ مطرب نہ ساتی

بہت لوگ بن کے ہوا خواہ امت  
 سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت  
 سدا گاؤں درگاؤں توبت بہ توبت  
 پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیلِ دولت

یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب  
 لقب ان کا ہے وارثِ انبیا اب

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر  
 نہیں ذات والا میں کچھ جن کے جوہر  
 بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اس پر  
 کہ تھے ان کے اسلاف مقبولِ داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے  
 مریدوں کو ہیں لوٹتے اور دکھاتے

یہ ہیں جاوہ پیمائے راہِ طریقت  
مقام ان کا ہے ماورائے شریعت  
انہیں پر ہے ختم آج کشف و کرامت  
انہیں کے ہے قبضہ میں بندوں کی قسمت

یہی ہیں مراد اور یہی ہیں مرید اب

یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی

جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کرنی

گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی

مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی

معملائے زماں

یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ

یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے

تو گردن پہ بار گراں لے کے آئے

اگر بد نصیبی سے شک اس میں لائے

تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے

اگر اعتراض اس کی نکلا زباں سے

تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے  
 کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے  
 کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو بتاتے  
 کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھاتے

ستوں چشم بد دور ہیں آپ دیں کے  
 نمونہ ہیں خلقِ رسولِ امیں گے

جو چاہے کہ خوش ان سے مل کر ہوانساں  
 تو ہے شرط وہ قوم کا ہو مسلمان  
 نشاں سجدہ کا ہو جبیں پر نمایاں  
 تشریح میں اس کے نہ ہو کوئی نقصاں

لبیں بڑھ رہی ہوں نہ ڈاڑھی چڑھی ہو  
 ازار اپنی حد سے نہ آگے بڑھی ہو

عقائد میں حضرت کا ہم داستاں ہو  
 ہر اک اصل میں فرع میں ہم زباں ہو  
 حریفوں سے ان کے بہت بدگماں ہو  
 مریدوں کا ان کے بڑا مدح خواں ہو

نہیں ہے گر ایسا تو مردود دیں ہے  
 بزرگوں سے ملنے کے قابل نہیں ہے

شریعت کے احکام تھے وہ گوارا  
 کہ شیدا تھے ان پر یہود و انصاری  
 گواہ ان کی نرمی کا قرآن ہے سارا  
 خود الدین یسر نبی نے پکارا

مگر یاں کیا ایسا دشوار ان کو  
 کہ مومن سمجھنے لگے بار ان کو

نہ کی ان کی اخلاق میں رہنمائی  
 نہ باطن میں کی ان کے پیدا صفائی  
 پہ احکام ظاہر کی لئے یہ بڑھائی  
 کہ ہوتی نہیں ان سے دم بھر رہائی

وہ دیں جو کہ چشمہ تھا خلق نکو کا  
 کیا قلتیں اس کو غسل و وضو کا

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے  
 حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے  
 فتاویٰ پہ بالکل مدارِ عمل ہے  
 ہر اک رائے قرآن کا نعم البدل ہے

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی  
 خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

جہاں مختلف ہوں روایات باہم  
 کبھی ہوں نہ سیدگی روایت سے خوش ہم  
 جسے عقل رکھے نہ ہرگز مسلم  
 اسے ہر روایت سے سمجھیں مقدم

سب اس میں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں  
 سمجھ پر ہماری یہ پتھر پڑے ہیں

اللہ اکبر اور تو بیچارہ

کرے غیر گریبت کی پوجا تو کافر  
 جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر  
 جھلکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر  
 کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں  
 پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں  
 نبیؐ کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں  
 اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں  
 مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں  
 شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے  
 نہ اسلام گڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں  
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں  
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں  
وہ بدلا گیا آ کے ہندوستان میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں

وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

تعصب کہ ہے دشمنِ نوعِ انساں

بھرے گھر کیے سیکڑوں جس نے ویراں

ہوئی بزمِ نمرود جس سے پریشاں

کیا جس نے فرعون کو نذرِ طوفاں

گیا جوش میں بولہب جس کے کھویا

ابو جہل کا جس نے بیڑا ڈبوا

وہ یاں اک عجب بھیس میں جلوہ گر ہے

چھپا جس کے پردے میں اس کا ضرر ہے

بھرا زہر جس جام میں سر بسر ہے

وہ آبِ بقا ہم کو آتا نظر ہے

تعصب کو اک جزو دیں سمجھے ہیں ہم

جہنم کو خلدِ بریں سمجھے ہیں ہم



ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے  
 کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی ہے  
 مخالف کی ریس اس میں کرنی بری ہے  
 نشاں غیرت، دین، حق کا یہی ہے  
 مخالف کی الٹی ہر اک بات سمجھو  
 وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

قدم گر رہ، راست پر اس کا پاؤ  
 تو تم سیدھے رستے سے کترا کے جاؤ  
 پڑیں اس میں جو وقتیں وہ اٹھاؤ  
 لگیں جس قدر ٹھو کریں اس میں کھاؤ

جو نکلے جہاز اس کا بیج کر بھنور سے  
 تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے

اگر مسخ ہو جائے صورت تمہاری  
 بہائم میں مل جائے سیرت تمہاری  
 بدل جائے بالکل طبیعت تمہاری  
 سراسر بگڑ جائے حالت تمہاری  
 تو سمجھو کہ ہے حق کی اک شان یہ بھی  
 ہے اک جلوۂ نور، ایمان یہ بھی

نہ اوضاع میں تم سے نسبت کسی کو  
 نہ اخلاق میں تم پہ سبقت کسی کو  
 نہ حاصل یہ کھانوں میں لذت کسی کو  
 نہ پیدا یہ پوشش میں زینت کسی کو  
 تمہیں فضل ہر علم میں بر ملا ہے

تمہاری جہالت میں بھی اک ادا ہے

کوئی چیز سمجھو نہ اپنی بری تم  
 رہو بات کو اپنی کرتے بڑی تم  
 حمایت میں ہو جب کہ اسلام کی تم  
 تو ہو ہر بدی اور گنہ سے بری تم

بدی سے نہیں مومنوں کو مضرت

تمہارے گنہ اور اوروں کی طاعت

مخالف کا اپنے اگر نام لیجے  
 تو ذکر اس کا ذلت سے خواری سے کیجئے  
 کبھی بھول کر طرح اس میں نہ دیجئے  
 قیامت کو دیکھو گے اس کے نتیجئے

گناہوں سے ہوتے ہو گویا مبرا

مخالف پہ کرتے ہو جب تم تبرا

نہ سنی میں اور جعفری میں ہو الفت  
 نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت  
 وہابی سے صوفی کی کم ہو نہ نفرت  
 مقلد کرے نامقلد پہ لعنت

رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم  
 کہ دینِ خدا پر ہنسے سارا عالم  
 کرے کوئی اصلاح کا گر ارادہ  
 تو شیطان سے اس کو سمجھو زیادہ  
 جسے ایسے مفسد سے ہے استفادہ  
 رہ حق سے ہے برطرف اس کا جادہ

شریعت کو کرتے ہیں برباد دونوں  
 ہیں مردود شاگرد و استاد دونوں

وہ دیں جس نے الفت کی بنیاد ڈالی  
 کیا طبعِ دوراں کو نفرت سے خالی  
 بنایا اجانب کو جس نے موالی  
 ہر اک قوم کے دل سی نفرت نکالی

عرب اور حبش ترک و تاجیک و ویلم  
 ہوئے سارے شیر و شکر مل کے باہم

تالیف  
 اسلام

تعصب نے اس صاف چشمہ کو آ کر  
 کیا بغض کے خار و خس سے مگر  
 بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر  
 تفاق اہل قبلہ میں پھیلا سراسر  
 نہیں دستیاب ایسے اب وہ مسلمان  
 کہ ہو ایک کو دیکھ کر ایک شاداں  
 ہمارا یہ حق تھا کہ سب یار ہوتے  
 مصیبت میں یاروں کے غمخوار ہوتے  
 سب ایک اک کے باہم مددگار ہوتے  
 عزیزوں کے غم میں دل افگار ہوتے

جب الفت میں یوں ہوتے ثابت قدم ہم  
 تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم  
 اگر بھولتے ہم نہ قول پیمبر  
 کہ ”ہیں سب مسلمان باہم برادر“  
 برادر ہے جب تک برادر کا یاور  
 معین اس کا ہے خود خداوند داور  
 تو آتی نہ بیڑے پہ اپنے تباہی  
 فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

وہ گھر جس میں دل ہوں ملے سب کے باہم  
 خوشی ناخوشی میں ہوں سب یار و ہمد  
 اگر ایک خوش دل تو گھر سارا خرم  
 اگر ایک غمگین تو دل سب کے پر غم  
 مبارک ہے اس قصر شاہنشہی سے  
 جہاں ایک دل ہو مگر کسی سے  
 اگر ہو مدار اس پہ تحقیق دیں کا  
 کہ ہے دین والوں کا برتاؤ کیسا  
 کھرا ان کا بازار ہے یا کہ کھوٹا  
 ہے قول و قرار ان کا جھوٹا کہ سچا

تو ایسے نمونے بہت شاذ ہیں یاں  
 کہ اسلام پر جن سے قائم ہو برہاں  
 مجالس میں غیبت کا زور اس قدر ہے  
 کہ آلودہ اس خون میں ہر بشر ہے  
 نہ بھائی کو بھائی سے یاں درگزر ہے  
 نہ ملا کو صوفی کو اس سے حذر ہے

اگر نشہ مے ہو غیبت میں پنہاں  
 تو ہشیار پائے نہ کوئی مسلمان

جنہیں چار پیسے کا مقدور ہے یاں  
 سمجھتے نہیں ہیں وہ انساں کو انساں  
 موافق نہیں جن سے ایامِ دوراں  
 نہیں دیکھ سکتے کسی کو وہ شاداں

نشہ میں تکبر کے ہے چور کوئی  
 حسد کے مرض میں ہے رنجور کوئی

اگر مرجعِ خلق ہے ایک بھائی  
 نہیں ظاہرا جس میں کوئی برائی  
 بھلا جس کو کہتی ہے سازمِ خدائی  
 ہر اک دل میں عظمت ہے جس کی سمائی

تو پڑتی ہیں اس پر نگاہیں غضب کی  
 کھٹکتا ہے کانٹا سا نظروں میں سب کی

بگڑتا ہے جب قوم میں کوئی بن کر  
 ابھی بخت و اقبال تھے جس کے یاور  
 ابھی گردنیں جھکتی تھیں جس کے در پر  
 مگر کر دیا اب زمانے نے بے پر

تو ظاہر میں کڑھتے ہیں پر خوش ہیں جی میں  
 کہ ہمدرد ہات آیا اک مفلسی میں



اگر اک جوانمرد ہمدرد انسان  
 کرے قوم پر دل سے جان اپنی قربان  
 تو خود قوم اس پر لگائے یہ بہتاں  
 کہ ہے اس کی کوئی غرض اس میں پنہاں  
 وگرنہ پڑی کیا کسی کو کسی کی  
 یہ چالیں سراسر ہیں خود مطلبی کی  
 نکالے گر ان کی بھلائی کی صورت  
 تو ڈالیں جہاں تک بنے اس میں کھنڈت  
 سنیں کامیابی میں گر اس کی شہرت  
 تو دل سے تراشیں کوئی تازہ تہمت

منہ اپنا ہو گو دین و دنیا میں کالا  
 نہ ہو ایک بھائی کا پر بول بالا

اگر پاتے ہیں دو دلوں میں صفائی  
 تو ہیں ڈالتے اس میں طرح جدائی  
 ٹھنی دو گروہوں میں جس دم لڑائی  
 تو گویا تمنا ہماری بر آئی

بس اس سے نہیں مشغلہ خوب کوئی  
 تماشا نہیں ایسا مرغوب کوئی

تغلب میں بدینتی میں دغا میں  
 نمو اور بناوٹ فریب اور ریا میں  
 سعایت میں بہتان میں افترا میں  
 کسی بزمِ بیگانہ و آشنا میں  
 نہ پاؤ گے رسوا و بدنام ہم سے  
 بڑھے پھر نہ کیوں شانِ اسلام ہم سے

خوشامد میں ہم کو وہ قدرت ہے حاصل  
 کہ انساں کو ہر طرح کرتے ہیں مائل  
 کہیں احمقوں کو بناتے ہیں عاقل  
 کہیں ہوشیاروں کو کرتے ہیں غافل  
 کسی کو اتارا کسی کو چڑھایا  
 یو نہیں سیکڑوں کو اسامی بنایا

روایات پر حاشیہ اک چڑھانا  
 قسم جھوٹے وعدوں پہ سو بار کھانا  
 اگر مدح کرنا تو حد سے بڑھانا  
 مذمت پہ آنا تو طوفاں اٹھانا

یہ ہے روزمرہ کا یاں ان کے عنوان  
 فصاحت میں بے مثل ہیں جو مسلمان

اسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن  
 ہمارے کرے عیب جو ہم پہ روشن  
 نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے ان بن  
 سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہزن  
 یہی عیب ہے سب کو کھویا ہے جس نے  
 ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے

ظافا بنی الصالح پندون

وہ عہد ہمایوں جو خیر القروں تھا  
 خلافت کا جب تک کہ قائم ستون تھا  
 نبوت کا سایہ ابھی رہنموں تھا  
 سماں خیر و برکت کا ہر دم فزوں تھا

عدالت کے زیور سے تھے سب مزین  
 پھلا اور پھولا تھا احمد کا ٹکشن

سعادت بڑی اس زمانہ کی یہ تھی  
 کہ جھکتی تھی گردان نصیحت پہ سب کی  
 نہ کرتے تھے خود قول حق سے شوخی  
 نہ لگتی تھی حق کی انہیں بات کڑوی

غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا  
 خلیفہ سے لڑتی تھی ایک ایک برہمنی

نبیؐ نے کہا تھا انہیں فخر امت  
جنہیں خلد کی مل چکی تھی بشارت  
مسلم تھی عالم میں جن کی عدالت  
رہا مفتخر جن سے تحتِ خلافت

وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے در در

وہ شرمائیں اپنا کہیں عیب سن کر

مگر ہم کہ ہیں دام و درہم سے بہتر  
نہ ظاہر کہیں ہم میں خوبی نہ مضمحل  
نہ اقران و امثال میں ہم موقر  
نہ اجداد و اسلاف کے ہم میں جوہر

نصیحت سے ایسا برا مانتے ہیں

کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر

کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر

تو ہے جیسے مذکور قرآن کے اندر

ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر

یو نہیں جو کتاب اس پیمبر پہ آتی

وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

ہنر ہم میں جو ہیں وہ معلوم ہیں سب  
 علوم اور کمالات معدوم ہیں سب  
 چلن اوز اطوار مذموم ہیں سب  
 فراغت سے دولت سے محروم ہیں سب  
 جہالت نہیں چھوڑتی ساتھ دم بھر  
 تعصب نہیں بڑھنے دیتا قدم بھر

حکمت یونان

وہ تقویم، پارینہ یونانیوں کی  
 وہ حکمت کہ ہے ایک دھوکے کی ٹٹی  
 یقین جس کو ٹھہرا چکا ہے نکمی  
 عمل نے جسے کر دیا آ کے روی  
 اسے وحی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ  
 کوئی بات اس میں نہیں کم زیادہ  
 زبور، اور توریت و انجیل و قرآن  
 بالاجماع ہیں قابل نسخ و نسیاں  
 مگر لکھ گئے جو اصول اہل یونان  
 نہیں نسخ و تبدیل کا ان میں امکان  
 نہیں مٹتے جب تک کہ آثار دنیا  
 مٹے گا کبھی کوئی شوشہ نہ ان کا

نتائج ہیں جو مغربی علم و فن کے  
وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے  
تعصب نے لیکن یہ ڈالے ہیں پردے  
کہ ہم حق کا جلوہ نہیں دیکھ سکتے

دلوں پر ہیں نقش اہل یوناں کی رائیں  
جواب وحی اترے تو ایماں نہ لائیں

اب اس فلسفہ پر جو ہیں مرنے والے  
شفا اور مجسطنی کے دم بھرنے والے  
ارسطو کی چوکھٹ پہ سر دھرنے والے  
فلاطون کی اقتدا کرنے والے

وہ تیلی کے کچھ نیل سے کم نہیں ہیں  
پھرنے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

وہ جب کر چکے ختم تحصیل حکمت  
بندھی سر پہ دستار علم و فضیلت  
اگر رکھتے ہیں کچھ طبیعت میں جودت  
تو ہے سب سے ان کی بڑی یہ لیاقت

کہ گردن کو وہ رات کہہ دیں زباں سے  
تو منوا کے چھوڑیں اسے اک جہاں سے



سوا اس کے جو آئے اس کو پڑھاویں  
 انہیں جو کچھ آتا ہے اس کو بتاویں  
 وہ سیکھے ہیں جو بولیاں سب سکھاویں  
 میاں مٹھو اپنا سا اس کو بناویں

یہ لے دے کے ہے علم کا ان کے حاصل  
 اسی پر ہے فخر ان کو بین الاماثل

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل  
 نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل  
 نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل  
 نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل

نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر  
 وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

جو پوچھو کہ حضرت نے جو کچھ پڑھا ہے  
 مراد آپ کی اس کے پڑھنے سے کیا ہے  
 مفاد اس میں دنیا کا یا دین کا ہے  
 نتیجہ کوئی یا کہ اس کے سوا ہے

تو مجذوب کی طرح سب کچھ بکیں گے  
 جواب اس کا لیکن نہ کچھ دے سکیں گے

نہ حجت رسالت پہ لا سکتے ہیں وہ

نہ اسلام کا حق جتا سکتے ہیں وہ

نہ قرآن کی عظمت دکھا سکتے ہیں وہ

نہ حق کی حقیقت بتا سکتے ہیں وہ

دلیلیں ہیں سب آج بے کار ان کی

نہیں چلتی توپوں میں تلوار ان کی

پڑے اس مشقت میں ہیں وہ سراپا

نتیجہ نہیں ان کو معلوم جس کا

گئیں بھول آگے کی بھڑکیں جو بیٹا

اسی راہ پر پڑ لیا سارا گلا

نہیں جانتے یہ کہ جاتے کدھر ہیں

گئے بھول رستہ وہ یا راہ پر ہیں

مثال ان کی کوشش کی ہے صاف ایسی

کہ کھائی کہیں بندروں نے جو سردی

ادھر اور ادھر دیر تک آگ ڈھونڈی

کہیں روشنی ان کو پائی نہ اس کی

مگر ایک جگنو چمکتا جو دیکھا

پتنگا اسے آگ کا سب نے سمجھا

لیا جا کے تھام اور سب نے اسی دم  
 کیا گھانس پھونس اس پہ لا کر فراہم  
 لگے اس کو سلگانے سب مل کے پیہم  
 پہ کچھ آگ سلگی نہ سردی ہوئی کم

یونہیں رات ساری انہوں نے گنوائی  
 مگر اپنی محنت کی راحت نہ پائی

گزرتے تھے جو جانور اس طرف سے  
 جب اس کشمکش میں انہیں دیکھتے تھے  
 ملامت بہت سخت تھے ان کو کرتے  
 کہ شرمائیں وہ زعم باطل سے اپنے  
 مگر اپنی کد سے نہ باز آتے تھے وہ

ملامت پہ اور اٹے غراتے تھے وہ

نہ سمجھے وہ جب تک ہوا دن نہ روشن  
 اسی طرح جو ہیں حقیقت کے دشمن  
 نہ جھاڑیں گے گرد تو ہم سے دامن  
 پہ جب ہو گا نور سحر لمعہ افکن

بہت جلد ہو جائے گا آشکارا

کہ جگنو کو سمجھے تھے وہ اک شرارا

الذی

وہ طب جس پہ غش ہیں ہمارے اطباء  
 سمجھتے ہیں جس کو بیاض مسیحا  
 بتانے میں ہے بخل جس کے بہت سا  
 جسے عیب کی طرح کرتے ہیں اخفا

فقط چند نسخوں کا ہے وہ سفینہ

چلے آئے ہیں جو کہ سینہ بسینہ

نہ ان کو نباتات سے آگہی ہے

نہ اصلاً خبر معدنیات کی ہے

نہ تشریح کی لے کسی پر کھلی ہے

نہ علم طبیعی نہ کیمسٹری ہے

نہ پانی کا علم اور نہ علم ہوا ہے

مریضوں کا ان کے نگہیاں خدا ہے

نہ قانون میں ان کے کوئی خطا ہے

نہ مخزن میں انگشت رکھنے کی جا ہے

سدیدی میں لکھا ہے جو کچھ بجا ہے

نفیسی کے ہر قول پر جاں فدا ہے

سلف لکھ گئے جو قیاس اور گماں سے

صحیفے ہیں اترے ہوئے آسماں سے

ہمارے شعراء

وہ شعر اور قصائد کا ناپاک دفتر  
عقوت میں سنڈاس سے جو ہے بدتر  
زمیں جس سے ہے زلزلہ میں برابر  
ملک جس سے شرماتے ہیں آسماں پر

ہوا علم و دیں جس سے تاراج سارا  
وہ علموں میں علم ادب ہے ہمارا  
برا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے  
عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے  
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے  
مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے

گنہگار واں چھوٹ جائینگے سارے  
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے  
زمانہ میں جتنے قلی اور نفر ہیں  
کمانی سے اپنی وہ سب بہرہ ور ہیں  
گوئے امیروں کے نورِ نظر ہیں  
ڈفالی بھی لے آتے کچھ مانگ کر ہیں

مگر اس تپِ روق میں جو مبتلا ہیں  
خدا جانے وہ کس مرض کی دوا ہیں

جو سقے نہ ہوں جی سے جائیں گزر سب  
 ہو میلا جہاں گم ہوں دھوبی اگر سب  
 ہے دم پر اگر شہر چھوڑیں نفر سب  
 جو تھڑ جائیں مہتر تو گندے ہوں گھر سب

پہ کر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارے  
 کہیں مل کے ”خس کم جہاں پاک“ سارے

عرب جو تھے دنیا میں اس فن کے بانی  
 نہ تھا کوئی آفاق میں جن کا ثانی  
 زمانہ نے جن کی فصاحت تھی مانی  
 مٹا دی عزیزوں نے ان کی نشانی

سب ان کے پیر اور کمالات کھو کر  
 رہے شاعری کو بھی آخر ڈبو کر

ادب میں پڑنی جان ان کی زبان سے  
 جلا دین نے پائی ان کے بیاں سے  
 سناں کے لیے کام انہوں نے لساں سے  
 زبانوں کے کوچے تھے بڑھ کر سناں سے

ہوئے ان کے شعروں سے اخلاق صیقل  
 پڑی ان کے خطبوں سے عالم میں ہلچل



خلف ان کے یان جو کہ جادو بیاں ہیں  
 فصاحت میں مقبول پیر و جوان ہیں  
 بلاغت میں مشہور ہندوستان ہیں  
 وہ کچھ ہیں تو لے دیکے اس گوں کے یاں ہیں

کہ جب شعر میں عمر ساری گنوائیں  
 تو بھانڈ ان کی غزلیں مجالس میں گائیں

طوائف کو از بر ہیں دیوان ان کے  
 گویوں پے بے حد ہیں احسان ان کے  
 نکلتے ہیں تکیوں میں ارمان ان کے  
 ثنا خواں ہیں ابلیس و شیطان ان کے

کہ عقلوں پہ پردے دیئے ڈال انہوں نے  
 ہمیں کر دیا فارغ البال انہوں نے

شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے  
 تباہ ان کی حالت بری ان کی گت ہے  
 کسی کو کبوتر اڑانے کی لت ہے  
 کسی کو بٹیریں لڑانے کی دھت ہے

چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی  
 مدک اور چنڈو کا رسیا ہے کوئی

شریفوں کی اولاد

سدا گرم انفار سے ان کی صحبت  
 ہر اک رند اوباش سے ان کی ملت  
 پڑھے لکھوں کے سایہ سے ان کو وحشت  
 مدارس سے تعلیم سے ان کو نفرت

کمیوں کے جرگے میں عمریں گنوائی

انہیں گالیاں دینی اور آپ کھانی

نہ علمی مدارس میں ہیں ان کو پاتے

نہ شائستہ جلسوں میں ہیں آتے جاتے

پہ میلوں کی رونق ہیں جا کر پڑھاتے

پڑے پھرتے ہیں دیکھتے اور دکھاتے

کتاب اور معلم سے پھرتے ہیں بھاگے

مگر ناچ گانے میں ہیں سب سنے آگے

اگر کیجئے ان پاک شہدوں کی گنتی

ہوا جن کے پہلو سے بیچ کر ہے چلتی

مٹی خاک میں جن سے عزت بڑوں کی

مٹی خاندانوں کی جن سے بزرگی

تو یہ جس قدر خانہ برباد ہونگے

وہ سب ان شریفوں کی اولاد ہونگے

ہوئی ان کی بچپن میں یوں پاسبانی  
 کہ قیدی کی جیسے کٹے زندگانی  
 لگی ہونے جب کچھ سمجھ بوجھ سیانی  
 چڑھی بھوت کی طرح سر پر جوانی

بس اب گھر میں دشوار تھمنا ہے ان کا

اکھاڑوں میں تکیوں میں رونا ہے ان کا

نشہ میں مئے عشق کے چور ہیں وہ

صفِ فوجِ مرزاں میں محصور ہیں وہ

غمِ چشم و ابرو میں رنجور ہیں وہ

بہت بات سے دل کے مجبور ہیں وہ

کریں کیا کہ ہے عشقِ طینت میں ان کی

حرارت بھری ہے طبیعت میں ان کی

اگر ششِ جہت میں کوئی دلربا ہے

تو دل ان کا نادیدہ اس پر فدا ہے

اگر خواب میں کچھ نظر آ گیا ہے

تو یاد اس کی دن رات نامِ خدا ہے

بھری سب کی وحشت سے روداد ہے یاں

جسے دیکھئے قیس و فریاد ہے یاں

اگر ماں ہے دکھیا تو ان کی بلا سے  
 اپناج ہے باوا تو ان کی بلا سے  
 جو ہے گھر میں فاقہ تو ان کی بلا سے  
 جو مرتا ہے کنبا تو ان کی بلا سے

جنہوں نے لگائی ہو لو دلربا سے

غرض پھر انہیں کیا رہی ماسوا سے

نہ گالی سے دشنام سے جی چرائیں

نہ جوتی سے پیزار سے ہچکچائیں

جو میلوں میں جائیں تو لچپن دکھائیں

جو محفل میں بیٹھیں تو فتنے اٹھائیں

لرزتے ہیں اوباش ان کی ہنسی سے

گریزاں ہیں رند ان کی ہمسائیگی سے

سپوتوں کو اپنے اگر بیاہ دیجے

تو بہوؤں کا بوجھ اپنی گردن پہ لیجے

جو بیٹی کے پیوند کی فکر کیجئے

تو بد راہ ہیں بھانجے اور بھتیجے

یہی جھینکنا کو بہ کو گھر بہ گھر ہے

بہو کو ٹھکانا نہ بیٹی کو بر ہے

نہ مطلب نگاری کا ان کو سلیقہ  
 نہ دربار داری کا ان کو سلیقہ  
 نہ امید واری کا ان کو سلیقہ  
 نہ خدمت گزاری کا ان کو سلیقہ

قلی یا نفر ہو تو کچھ کام آئے  
 مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپائے

نہیں ملتی روٹی جنہیں پیٹ بھر کے  
 وہ گزران کرتے ہیں سو عیب کر کے  
 جو ہیں ان میں دو چار آسودہ گھر کے  
 وہ دن رات خواہاں ہیں مرگ پر کے  
 نمونے یہ اعیان و اشراف کے ہیں  
 سلف ان کے وہ تھے خلف ان کے یہ ہیں

وہ اسلام کی پود شاید یہی ہے  
 کہ جس کی طرف آنکھ سب کی لگی ہے  
 بہت جس سے آئندہ چشم رہی ہے  
 بقا منحصر جس پہ اسلام کی ہے  
 یہی جان ڈالے گی باغِ کہن میں؟  
 اسی سے بہار آئے گی اس چمن میں؟

یہی ہیں وہ نسلیں مبارک ہماری؟  
 کہ بخشیں گی جو دین کو استواری؟  
 کریں گی یہی قوم کی غم گساری؟  
 انہیں پر امیدیں ہیں موقوف ساری؟

یہی شمعِ اسلام روشن کریں گی؟  
 بڑوں کا یہی نام روشن کریں گی؟

خلف ان کے الحق اگر پاں یہی ہیں  
 سلف کے اگر فاتحہ خواں یہی ہیں  
 اگر یادِ گارِ عزیزاں یہی ہیں  
 اگر نسلِ اشرف و اعیان یہی ہیں

تو یاد اس قدر ان کی رہ جائے گی یاں  
 کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یاں

سمجھتے ہیں شائستہ جو آپ کو نیاں

ہیں آزادیِ رائے پر جو کہ نازاں  
 چلن پر ہیں جو قوم کے اپنی خنداں

مسلمان ہیں سب جن کے نزدیک ناداں

جو ڈھونڈو گے یاروں کے ہمدرد ان میں

تو نکلیں گے تھوڑے جوانمرد ان میں

مدعیانِ شائستگی



نہ رنج ان کے افلاس کا ان کو اصلا  
 نہ فکر ان کی تعلیم اور تربیت کا  
 نہ کوشش کی ہمت نہ دینے کو پیسا  
 اڑانا مگر مفت ایک اک کا خاکا  
 کہیں ان کی پوشاک پر طعن کرنا  
 کہیں ان کی خوراک کو نام دھرنا

عزیزوں کی جس بات میں عیب پانا  
 نشانہ اسے پھبتیوں کا بنانا  
 شامت سے دل بھائیوں کا دکھانا  
 یگانوں کو بیگانہ بن کر چڑانا  
 نہ کچھ درد کی چوٹ ان کے جگر میں  
 نہ قطرہ کوئی خون کا چشم تر میں

جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے  
 پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ہے  
 نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے  
 کوئی ان میں سوتا کوئی جاگتا ہے

جو سوتے ہیں وہ مست خواب گراں ہیں  
 جو بیدار ہیں ان پہ خندہ زناں ہیں

کوئی ان سے پوچھے کہ اے ہوش والو  
 کس امید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو  
 برا وقت بیڑے پہ آنے کو ہے جو  
 نہ چھوڑے گا سوتوں کو اور جاگتوں کو  
 بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے  
 اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

غرض عیب کیجئے بیاں اپنا کیا کیا  
 کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا  
 فقیر اور جاہل ضعیف اور توانا  
 تاسف کے قابل ہے احوال سب کا

مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں  
 بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم میں

کسی نے یہ اک مردِ دانا سے پوچھا  
 کہ ”نعمت ہے دنیا میں سب سے بڑی کیا؟“  
 کہا ”عقل جس سے ملے دین و دنیا“  
 کہا ”گر نہ ہو اس سے انساں کو بہرا“

کہا ”پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے  
 کہ جو باعثِ افتخارِ بشر ہے“

کہا ”گر نہ ہو یہ بھی اس کو میسر“

کہا ”مال و دولت ہے پھر سب سے بڑھ کر“

کہا ”در ہو یہ بھی اگر بند اس پر“

کہا ”اس پہ بجلی کا گرنا ہے بہتر“

وہ ننگِ بشر تا کہ ذلت سے چھوٹے

خلاق سب اس کی نحوست سے چھوٹے“

مجھے ڈر ہے اے میرے ہم قوم یارو

مبادا کہ وہ ننگِ عالم تمہیں ہو

گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو

تو جلدی سے اٹھو اور اپنی خبر لو

وگرنہ یہ قول آئے گا راست تم پر

کہ ہونے سے ان کا نہ ہونا ہے بہتر

رہو گے یونہیں فارغ البال کب تک

نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک

رہے گی نئی پود پامال کب تک

نہ چھوڑو گے تم بھیڑیا چال کب تک

بس اگلے فسانے فراموش کر دو

تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو

حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں  
ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں  
صدائیں یہ ہر سمت سے آ رہی ہیں  
کہ راجا سے پر جا تلک سب سکھی ہیں

تسلط ہے ملکوں میں امن و امان کا  
نہیں بند رستہ کسی کارواں کا

نہ بد خواہ ہے دین و ایمان کا کوئی  
نہ دشمن حدیث اور قرآن کا کوئی  
نہ ناقص ہے ملت کے لہر کاں کا کوئی  
نہ مانع شریعت کے فرماں کا کوئی

نمازیں پڑھو بے خطر معبدوں میں  
اذانیں دھڑلے سے دو مسجدوں میں

کھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں  
نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں  
جو روشن ہیں تحصیل حکمت کی راہیں  
تو ہموار ہیں کسب دولت کی راہیں  
نہ گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا  
نہ باہر ہے قزاق و زہرن کا کھٹکا

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں  
 گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں  
 ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں  
 شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں  
 سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا  
 وسیلہ ہے وہ اب سراجہ ظفر کا  
 پہنچتی ہیں ملکوں میں دم دم کی خبریں  
 چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں  
 عیاں ہیں ہر اک براعظم کی خبریں  
 کھلی ہیں زمانہ پہ عالم کی خبریں  
 نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا  
 ہے آئینہ احوالِ روئے زمیں کا  
 کرو قدر اس امن و آزادی کی  
 کہ ہے صاف ہر سمت راہِ ترقی  
 ہر اک راہ رو کا زمانہ ہے ساتھی  
 یہ ہر سو سے آوازِ پیہم ہے آتی  
 کہ دشمن کا کھٹکانہ رہن کا ڈر ہے  
 نکل جاؤ رستہ ابھی بے خطر ہے

بہت قافلے دیر سے جا رہے ہیں  
 بہت بوجھ بار اپنے لدوا رہے ہیں  
 بہت چل چلاؤ میں گھبرا رہے ہیں  
 بہت سے نہ چلنے سے پچتا رہے ہیں

مگر اک تمہیں ہو کہ سوتے ہو غافل  
 مبادا کہ غفلت میں کھوٹی ہو منزل

نہ بد خواہ سمجھو بس اب یوروں کو  
 لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبروں کو  
 دو الزام پیچھے نصیحت گروں کو  
 ٹٹولو ذرا پہلے اپنے گھروں کو

کہ خالی ہیں یا پر ذخیرے تمہارے  
 برے ہیں کہ اچھے وتیرے تمہارے

امیروں کی تم سن چکے داستاں سب  
 چلن ہو چکے عالموں کے بیاں سب  
 شریفوں کی حالت ہے تم پر عیاں سب  
 بگڑنے کو تیار بیٹھے ہیں یاں سب

یہ بوسیدہ گھر اب گرا کا، گرا ہے  
 ستوں مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے



یہ جو کچھ ہوا ایک شمع ہے اس کا  
کہ جو وقت یاروں پہ ہے آنے والا  
زمانہ نے اونچے سے جس کو گرایا  
وہ آخر کو مٹی میں نل کر رہے گا

نہیں گرچہ کچھ قوم میں حال باقی  
ابھی اور ہونا ہے پامال باقی

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے  
سر انجام ہر قوم و ملت یہی ہے  
سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہے  
طلبم جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت یاں ہوئے خشک چشمے ابل کر  
بہت باغ چھانٹے گئے پھول پھل کر

کہاں ہیں وہ اہرامِ مصری کے بانی  
کہاں ہیں وہ گردانِ زابلستانی  
گئے پیشدادی کدھر اور کیانی  
مٹا کر رہی سب کو دنیائے فانی

لگاؤ کہیں کھوج کلدانیوں کا  
بتاؤ نشاں کوئی ساسانیوں کا

وہی ایک ہے جس کو وایم بقا ہے  
جہاں کی وراثت اسی کو سزا ہے  
سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے  
نہ کوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے

مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب  
غلام اور آزاد ہیں رفتی سب

## ضمیمہ

بس اے ناامیدی نہ یوں دل بچھا تو  
جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو  
ذرا ناامیدوں کی ڈھارس بندھا تو  
فسردہ دلوں کے دل آ کر بڑھا تو

ترے دم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں  
جلی کھیتیاں تو نے سر سبز کی ہیں

سفینہ پئے نوحِ طوفاں میں تو تھی  
سکوں بخش یعقوب کنعاں میں تو تھی  
زلیخا کی غمخوار ہجران میں تو تھی  
دل آرام یوسف کی زنداں میں تو تھی

مصائب نے جب آن کر ان کو گھیرا  
سہارا وہاں سب کو تھا ایک تیرا

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تو نے  
 بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تو نے  
 اکھڑتے دلوں کو جمایا ہے تو نے  
 اجڑتے گھروں کو بسایا ہے تو نے

بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے

اندھیرے میں اکثر اجالا کیا ہے

قوی تجھ سے ہمت ہے پیرو جواں کی

بندگی تجھ سے ڈھارس ہے خرد و گلاں کی

تجھی پر ہے بنیاد نظم جہاں کی

نہ ہو تو تو رونق نہ ہو اس دکان کی

تگا پو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے

روا رو ہے ہر قافلے میں تجھی سے

کسانوں سے کلر میں ہے تو بواتی

جہازوں کو گرداب میں ہے کھواتی

سکندر کو دارا پہ ہے تو چڑھاتی

فریدوں کو ضحاک سے ہے لڑاتی

چلے سب جدھر تو نے ماہل عنان کی

نظر تیری سیٹی پہ ہے کارواں کی

نوازا بہت بے نواؤں کو تو نے  
 تو نگر بنایا گداؤں کو تو نے  
 دیا دسترس نارساؤں کو تو نے  
 کیا بادشہ ناخداؤں کو تو نے  
 سکندرز کو شان کئی تو نے بخشی  
 کلیمبس کو دنیا نئی تو نے بخشی  
 وہ رہو نہیں رکھتے جو کوئی ساماں  
 خور و زاد سے جن کا خالی ہے دامان  
 نہ ساتھی کوئی جس سے منزل ہو آساں  
 نہ محرم کوئی جو سنے درد پنہاں  
 ترے بل پہ خوش خوش ہیں اس طرح جاتے  
 کہ جا کر خزانہ ہیں اب کوئی پاتے  
 زمیں جو تنے کو جب اٹھتا ہے جوتا  
 سمیٹیں گا گماں تک نہیں جب کہ ہوتا  
 شب و روز محنت میں ہے جان کھوتا  
 مہینوں نہیں پاؤں پھیلا کے سوتا  
 اگر موجزن اس کے دل میں نہ تو ہو  
 تو دنیا میں غل بھوک کا چار سو ہو

بنے اس سے بھی گر سوا اپنے دم پر  
 بلاؤں کا ہو سامنا ہر قدم پر  
 پہاڑ اک فزوں اور ہو کوہ غم پر  
 گزرنی ہو جو کچھ گزند جائے ہم پر  
 نہیں فکر تو دل بڑھاتی ہے جب تک  
 دماغوں میں بوتیری آتی ہے جب تک

یہ سچ ہے کہ حالت ہماری زیوں ہے  
 عزیزوں کی غفلت وہی جوں کی توں ہے  
 جہالت وہی قوم کی رہنموی ہے  
 تعصب کی گردن پہ ملت کا خون ہے  
 مگر اے امید اک سہارا ہے تیرا  
 کہ جلوہ یہ دنیا میں سارا ہے تیرا  
 نہیں قوم میں گرچہ کچھ جان باقی  
 نہ اس میں وہ اسلام کی شان باقی  
 نہ وہ جاہ و حشمت کے سامان باقی  
 پر اس حال میں بھی ہے اک آن باقی  
 بگڑنے کا گوان کے وقت آ گیا ہے  
 مگر اس بگڑنے میں بھی اک ادا ہے



بہت ہیں ابھی جن میں غیرت ہے باقی  
 دلیری نہیں پر حمیت ہے باقی  
 فقیری میں بھی بوئے ثروت ہے باقی  
 تہیدست ہیں پر مروت ہے باقی

مٹے پر بھی پندار ہستی وہی ہے  
 مکاں گرم ہے آگ گو بجھ گئی ہے

سمجھتے ہیں عزت کو دولت سے بہتر  
 فقیری کو ذلت کی شہرت سے بہتر  
 گلیم قناعت کو ثروت سے بہتر  
 انہیں موت ہے بارِ منت سے بہتر

سر ان کا نہیں در بدر جھکنے والا  
 وہ خود پست ہیں پر نگاہیں ہیں بالا

مشابہ ہے قوم اس مریض، جوانوں سے  
 کیا ضعف نے جس کو مایوس جاں سے  
 نہ بستر سے حرکت نہ جنبش مکاں سے  
 اجل کے ہیں آثار جس پر عیاں سے

نظر آتے ہیں سب مرض جس کے مزمن  
 نہیں کوئی مہلک مرض اس کو لیکن

بجا ہیں حواس اس کے اور ہوش قائم  
 طبیعت میں میل خور و نوش قائم  
 دماغ اور دل چشم اور گوش قائم  
 جوانی کا پندار اور جوش قائم  
 کرنے کوئی اس کی اگر غور کامل  
 عجب کیا جو ہو جائے زندوں میں شامل

عمیاں سب پہ احوال بیمار کا ہے  
 کہ تیل اس میں جو کچھ تھا سب جل چکا ہے  
 موافق دوا ہے نہ کوئی غذا ہے  
 ہزال بدن ہے زوالِ قوی ہے  
 مگر ہے ابھی یہ دیا ٹھماتا  
 بجھا جو کہ ہے یاں نظر سب کو آتا

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحطِ انساں  
 نہیں قوم کے ہیں سب افراد یکساں  
 سفال و خرف کے ہیں انبار گریاں  
 جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں ان میں پنہاں  
 چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ  
 ملے ریت میں ریزہ زر بھی ہیں کچھ

جو چاہیں پلٹ دیں یہی سب کی کایا  
 کہ ایک اک نے ملکوں کو ہے نیاں جگایا  
 اکیلوں نے ہے قافلوں کو بچایا  
 جہازوں کو ہے زورقوں نے ترایا  
 یونہی کام دنیا کا چلتا رہا ہے  
 دیے سے دیا یونہی جلتا رہا ہے

یہ سچ ہے کہ ہیں بیشتر ہم میں ناداں  
 نہیں جن کے دردِ تعصب کا درماں  
 جہاں میں ہیں جوان کی عزت کے خواہاں  
 انہیں سے وہ رہتے ہیں دست و گریباں  
 پر ایسے بھی کچھ ہوتے جاتے ہیں پیدا

کہ جو خیر خواہوں پہ ہیں اپنے شیدا  
 کوئی خیر خواہی میں ہے ہمسراں کا  
 کوئی دست و بازو سے ہے یاوراں کا  
 کوئی ہے زباں سے ستائش گراں کا  
 بہت رکھتے ہیں نقشِ حب دل پر ان کا

بہت ان کے گن سنتے ہیں چپکے چپکے  
 بہت سن کے سر دھنتے ہیں چپکے چپکے

بہت دن سے دریا کا پانی کھڑا تھا  
 تموج کا جس میں نہ ہرگز پتا تھا  
 تغیر سے یہ حال اس کا ہوا تھا  
 کہ مکروہ تھی بو تو کڑوا مزا تھا

ہوئی تھی یہ پانی سے زائل روانی

کہ مشکل سے کہہ سکتے تھے اس کو پانی

پر اب اس میں رو کچھ کچھ آنے لگی ہے

کناروں کو اس کے ہلانے لگی ہے

ہوا بلبلے کچھ اٹھانے لگی ہے

عقنوت وہ پانی سے جانے لگی ہے

اگر ہو نہ یہ انقلاب اتفاقی

تو دریا میں بس اک تموج ہے باقی

حوادث نے ان کو ڈرایا ہے کچھ کچھ

مصائب نے نیچا دکھایا ہے کچھ کچھ

ضرورت نے رستہ بتایا ہے کچھ کچھ

زمانے کے غل نے جگایا ہے کچھ کچھ

ذرا دست و بازو ہلانے لگے ہیں

وہ سوتے میں کچھ کلبلانے لگے ہیں

وہ راست پر ہیں وہ کچھ آتے جاتے  
 تعلق سے ہیں اپنی شرماتے جاتے  
 تفاخر سے ہیں اپنے پچھتاتے جاتے  
 سراغ اپنا کچھ کچھ ہیں وہ پاتے جاتے  
 بزرگی کے دعووں سے پھرنے لگے ہیں  
 وہ خود اپنی نظروں سے گرنے لگے ہیں  
 نہیں گھاٹ پر گو ترقی کے آتے  
 نئی بات سے ناک بھوں ہیں چڑھاتے  
 نئی روشنی سے ہیں آنکھیں چراتے  
 مگر ساتھ ہی یہ بھی ہیں کہتے جاتے  
 کہ دنیا نہیں گرچہ رہنے کے قابل  
 پر اس طرح دنیا میں رہنا ہے مشکل  
 تنزل پہ وہ ہاتھ ملنے لگے ہیں  
 کچھ اس سوز سے جی گھلنے لگے ہیں  
 دھوئیں کچھ دلوں سے نکلنے لگے ہیں  
 کچھ آرے سے سینوں پہ چلنے لگے ہیں  
 وہ غفلت کی راتیں گزرنے کو ہیں اب  
 نشے جو چڑھے تھے اترنے کو ہیں اب

نہیں گرچہ کچھ دردِ اسلام ان کو  
 نہ بہودئے قوم سے کام ان کو  
 نہ کچھ فکرِ آغاز و انجام ان کو  
 برابر ہے ہو صبح یا شام ان کو  
 مگر قوم کی سن کے کوئی مصیبت  
 انہیں کچھ نہ کچھ آہی جاتی ہے رقت

خصومت سے ہیں اپنی گوخواریاں سب  
 نزاعوں سے باہم کے ہیں ناتواں سب  
 خود آپس کی چوٹوں سے ہیں خشہ جاں سب  
 پہ ہیں متفق اس پہ پیر و جوان سب  
 کہ نا اتفاقی نے کھویا ہے ہم کو  
 اسی جزر و مد نے ڈبویا ہے ہم کو

یہ مانا کہ کم ہم میں ہیں ایسے دانا  
 جنہوں نے حقیقت کو ہے اپنی چھانا  
 تنزل کو ہے ٹھیک ٹھیک اپنے جانا  
 کہ ہم ہیں کہاں اور کہاں ہے زمانا  
 یہ اتنا زبانوں پہ ہے سب کی جاری  
 کہ حالت بری آج کل ہے ہماری



فرائض میں گو دین کے سب ہیں قاصر  
 نہ مشغول باطن نہ پابند ظاہر  
 مساجد سے غائب ملاہی میں حاضر  
 مگر ایسے فاسق ہیں ان میں نہ فاجر

کہ مذہب پہ حملے ہیں جو ہر طرف سے  
 وہ دیکھ ان کو ہٹ جائیں راہ سلف سے

خود اپنی ہے گو قدر و قیمت گنوائی  
 پہ بھولے نہیں ہیں بڑوں کی بڑائی  
 جو آپ ان کی خوبی نہیں کوئی پائی  
 تو ہیں خوبیوں پر انہیں کی فدائی

شرف گو کہ باقی نہیں ان میں اب کچھ  
 مگر خواب میں دیکھ لیتے ہیں سب کچھ

ذرا پھر کے پیچھے وہ جب دیکھتے ہیں  
 وہ اپنا حسب اور نسب دیکھتے ہیں  
 بزرگوں کا علم و ادب دیکھتے ہیں  
 سرفرازیٰ جدو اب دیکھتے ہیں

تو ہیں فخر سے وہ کبھی سر اٹھاتے  
 کبھی ہیں مذامت سے گردن جھکاتے

اگر کچھ بھی باقی ہو یاروں میں ہمت  
تو ان کا یہی افتخار اور ندامت  
شگونِ سعادت ہے اور فالِ دولت  
کہ آتی ہے کچھ اس سے بوئے حمیت

وہ کھو بیٹھے آخر کمائی بڑوں کی  
بھلا دی جنہوں نے بڑائی بڑوں کی

اسیری میں جو گرم فریاد ہیں یاں  
وہی آشیاں کرتے۔ آیا د ہیں یاں  
قفس سے وہی ہوتے آزاد ہیں یاں  
چمن کے جنہیں چہچہے یاد ہیں یاں

وہ شاید قفس ہی میں عمریں گنوائیں  
گنیں بھول صحرا کی جن کو فضا میں

بلندی میں ہوں یا کہ پستی میں ہوں ہم  
قوی ہوں کہ کمزور افزوں ہو یا کم  
محقر زمانہ میں ہوں یا مکرم  
مؤخر ہوں اس بزم میں یا مقدم

عبا میں ہوں پوشیدہ یا شال میں ہوں  
کسی رنگ میں ہوں کسی حال میں ہوں

اگر باخبر ہیں حقیقت سے اپنی  
تلف کی ہوئی اگلی عظمت سے اپنی  
بلندی و پستی کی نسبت سے اپنی  
گزشتہ اور آئندہ حالت سے اپنی

تو سمجھو کہ ہے پار کھیوا ہمارا  
نہیں دور منجدھار سے کچھ کنارا

الپ ارسلاں سے یہ طغرل نے پوچھا  
کہ قومیں ہیں دنیا میں جو جلوہ فرما  
نشاں ان کی اقبال مندی کے ہیں کیا  
کب اقبال مندان کو کہنا ہے زیبا

کہا ”ملک و دولت ہو ہاتھ انکے جب تک“  
جہاں ہو کمر بستہ ساتھ انکے جب تک

جہاں جائیں وہ سرخرو ہو کے آئیں  
ظفر ہم عنایاں ہو جدھر باگ اٹھائیں  
نہ بگڑیں کبھی کام جو وہ بنائیں  
نہ اکھڑیں قدم جس جگہ وہ جمائیں

کریں مس کو گر مس تو وہ کیمیا ہو  
اگر خاک میں ہاتھ ڈالیں طلا ہو

ولی عہد کی جب کہ باتیں سنیں یہ  
ہنسا سن کے فرزانہ دور میں یہ  
کہا ”جان عم گپ ہے گو دل نشیں یہ  
مگر شرط اقبال ہرگز نہیں یہ

حوادث سے بن گزارہ نہیں یاں

بلندی و پستی سے چارہ نہیں یاں

بہم ہے کبھی گاہ برہم ہے محفل

کٹھن ہے کبھی گاہ آسپاں ہے منزل

زمانہ کی گردش سے بچنا ہے مشکل

نہ محفوظ ہیں اس سے مدبر نہ مقبل

بہت یکہ تازوں کو یاں گھرتے دیکھا

سدا شہسواروں کو یاں گرتے دیکھا

جہاں سود ہے یاں وہیں ہے زیاں بھی

جہاں روشنی ہے وہیں ہے دھواں بھی

سفر بھی ہے یہ خاکداں اور جناں بھی

یہاں بھی ہیں اس چمن میں خزاں بھی

نکھرتے ہیں جو یاں وہ گدلاتے بھی ہیں

چمکتے ہیں جو یاں وہ گہناتے بھی ہیں

ضعیف اور قومی ارنی اور عراقی  
 چکھاتا ہے درد قدح سب کو ساقی  
 پہ اقبال کی ہے رتی جن میں باقی  
 یہ سب تلخیاں ان میں ہیں اتفاقی  
 بلاؤں میں گھر کر نکل جاتے ہیں وہ  
 ذرا ڈگمگا کر سنبھل جاتے ہیں وہ  
 نہیں ہوتے نیرنگ گردوں سے حیراں  
 ہر اک درد کا ڈھونڈ لیتے ہیں درماں  
 اٹھاتے نہیں کچھ حوادث سے نقصاں  
 وہ چونک اٹھتے ہیں دیکھ خواب پریشاں  
 بھڑکتے ہیں افسردہ ہو کر سوا وہ  
 بھکتے ہیں پشمرده ہو کر سوا وہ  
 گچھلتے ہیں سانچے میں ڈھلنے کی خاطر  
 لگاتے ہیں غوطہ اچھلنے کی خاطر  
 ٹھہرتے ہیں دم لیکے چلنے کی خاطر  
 وہ کھاتے ہیں ٹھوکر سنبھلنے کی خاطر  
 سب کو مرض سے سمجھتے ہیں پہلے  
 الجھتے ہیں پیچھے سلجھتے ہیں پہلے

ضرورت نہیں یہ کہ فرمانروا ہوں  
رعیت ہوں وہ خواہ کشور کشا ہوں  
سپاہی ہوں تاجر ہوں یا ناخدا ہوں  
وہ کچھ ہوں پہ اپنے سے واقف ذرا ہوں

کہ ہم کیا ہیں اور کون ہیں اور کہاں ہیں  
گھٹے یا بڑھے ہیں سبک یا گراں ہیں  
جب آئے انہیں ہوش کچھ وقت کھو کر  
رہیں بیٹھ قسمت کو اپنی نہ رو کر  
کریں کوششیں سب بہم ایک ہو کر!  
رہیں داغ ذلت کا دامن سے دھو کر

نہ ہو تاب پرواز اگر آسماں تک  
تو واں تک اڑیں ہو رسائی جہاں تک  
پڑا ہے وہی وقت اب ہم پہ آ کر  
کہ اٹھے ہیں سوتے بہت دن چڑھا کر  
سواروں نے کی راہ طے باگ اٹھا کر  
گئے قافلے ٹھہر منزل پہ جا کر

گرافتان و خیزاں سدھارے بھی اب ہم  
تو پہنچے بھلا جا کے منزل پہ کب ہم



مگر بیٹھ رہنے سے چلنا ہے بہتر  
 کہ ہے اہل ہمت کا اللہ یاور  
 جو ٹھنڈک میں چلنا نہ آیا میسر  
 تو پہنچیں گے ہم دھوپ کھا کھا کے سر پر

یہ تکلیف و راحت ہے سب اتفاقی  
 چلو اب بھی ہے وقت چلنے کا باقی

ہوا کچھ وہی جس نے یاں کچھ کیا ہے  
 لیا جس نے پھل بیج بو کر لیا ہے  
 کرو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیسیا ہے  
 مثل ہے کہ کرتے کی سب بدیا ہے

یونہی وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے  
 وہ خرگوش کچھووں سے ہیں زک اٹھاتے

یہ برکت ہے دنیا میں محنت کی ساری  
 جہاں دیکھئے فیض اسی کا ہے جاری  
 یہی ہے کلید در فضل باری  
 اسی پر ہے موقوف عزت تمہاری

اسی سے ہے قوموں کی یاں آبرو سب  
 اسی پر ہیں مغرور میں اور تو سب

گلستاں میں جو بن گل و پامں کا  
 سماں زلفِ سنبل کی تاب و شکن کا  
 قدِ دل ربا سرو اور نارون کا  
 رخِ جاں فزا لالہ و نسترن کا  
 غریبوں کی محنت کی ہے رنگ و بوسب  
 کمیروں کے خون سے ہیں یہ تازہ روسب  
 بلا تے نہ اگلے اگر دست و بازو  
 جہاں عطرِ حکمت سے ہوتا نہ خوشبو  
 نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو  
 نہ حق پھیلتا ربعِ منسکوں میں ہر سو  
 حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے  
 خدائی کے اسرار مکتوم رہتے  
 ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا  
 اثرِ علمِ دین کا نمایاں نہ ہوتا  
 جدا کفر سے نورِ ایماں نہ ہوتا  
 مساجد میں یوں وردِ قرآن نہ ہوتا  
 خدا کی ثنا معبدوں میں نہ ہوتی  
 ازاں جا بجا مسجدوں میں نہ ہوتی

نہیں ملتی کوشش سے دنیا ہی تنہا  
کہ ارکان دیں بھی اسی پر ہیں برپا  
جنہیں ہو نہ دنیائے فانی کی پروا  
کریں آخرت کا ہی وہ کاش سودا  
نہیں ملتے دنیا کی خاطر اگر تم  
تو لو دینِ حق کی ہی اٹھ کر خبر تم

بنی نوع میں دو طرح کے ہیں انساں  
تفاوت ہے حالت میں جن کی نمایاں  
کچھ ان میں ہیں راحت طلب اور تن آساں  
بدن کے نگہبان بستر کے درباں  
نہ محنت پہ مائل نہ قدرت کے قائل  
سمجھتے ہیں تنکے کو رستے میں حائل

اگر ہیں تو نگر تو بے کار ہیں سب  
ایمانج ہیں روگی ہیں بیمار ہیں سب  
تغیث کے ہاتھوں سے لاچار ہیں سب  
تن آسانیوں میں گرفتار ہیں سب  
برابر ہے یاں ان کا ہونا نہ ہونا  
نہ کچھ جاگنا ان کا بہتر نہ سونا

اگر ہیں تہیدست اور بے نوا وہ  
 تو محنت سے ہیں جی چراتے سدا وہ  
 نصیبوں کا کرتے ہیں اکثر گلا وہ  
 ہلاتے نہیں کچھ مگر دست و پا وہ  
 اگر بھیک مل جائے قسمت سے ان کو  
 تو سو بار بہتر ہے محنت سے ان کو  
 نہ جو بے نوا ہیں نہ ہیں کچھ تو نگر  
 وہ ہیں ڈھور کی طرح قانع اسی پر  
 کہ کھانے کو ملتا رہے پیٹ بھر کر  
 نہیں بڑھتے بس اس سے آگے قدم بھر

ہوئے زیور آدمیت سے عاری  
 معطل ہوئیں قوتیں ان کی ساری

نہ ہمت کہ محنت کی سختی اٹھائیں  
 نہ جرأت کہ خطروں کے میدان میں آئیں  
 نہ غیرت کہ ذلت سے پہلو بچائیں  
 نہ عبرت کہ دنیا کی سمجھیں ادا نہیں  
 نہ کل فکر تھی یہ کہ ہیں اس کے پھل کیا  
 نہ ہے آج پروا کہ ہونا ہے کل کیا

نہیں کرتے کھیتی ہیں وہ جاں فشانی  
 نہ ہل جوتے ہیں نہ دیتے ہیں پانی  
 پہ جب یاس کرتی ہے دل پر گرانی  
 تو کہتے ہیں حق کی ہے نامہربانی  
 نہیں لیتے کچھ کام تدبیر سے وہ  
 سدا لڑتے رہتے ہیں تقدیر سے وہ

کبھی کہتے ہیں ”بیچ ہیں سب یہ ساماں  
 کہ خود زندگی ہے کوئی دن کی مہماں  
 دھرے سب یہ رہ جائینگے کاخ و ایواں  
 نہ باقی رہے گی حکومت نہ فرماں  
 ترقی اگر ہم نے کی بھی تو پھر کیا  
 یہ بازی اگر جیت لی بھی تو پھر کیا

یہ سرگرم کوشش میں جو روز و شب ہیں  
 اٹھاتے سدا بارِ رنج و تعب ہیں  
 ترقی کے میدان میں سبقت طلب ہیں  
 نمائش پہ دنیا کی بھولے یہ سب ہیں  
 نہیں ان کو کچھ اپنی محنت سے لہنا  
 بناتے ہیں وہ گھر نہیں جس میں رہنا

کبھی کرتے ہیں عقل، انساں یہ نفیریں  
 کہ باوصف کوتاہ بینی ہے خود بین  
 وہ تدبیریں اس طرح کرتی ہیں تلقین  
 کہ گویا کھلا اس پہ ہے سر تکوین

مگر سب خیالات ہیں خام اس کے

ادھورے ہیں جتنے ہیں یاں کام اس کے

نہ اسباب، راحت کی اس کو خبر کچھ

نہ آثار، دولت کی اس کو خبر کچھ

نہ عزت نہ ذلت کی اس کو خبر کچھ

نہ کلفت نہ راحت کی اس کو خبر کچھ

نہ آگاہ اس سے کہ ہستی ہے شے کیا

نہ واقف کہ مقصود ہستی سے ہے کیا

کبھی کہتے ہیں ”زہر ہے مال و دولت

اٹھاتے ہیں جس کیلئے رنج و محنت

اسی سے گناہوں کی ہوتی ہے رغبت

اسی سے دماغوں میں آتی ہے نخوت

یہی حق سے کرتی ہے بندوں کو غافل

ہوئے ہیں عذاب اس سے قوموں پہ نازل“



کبھی کہتے ہیں ”سعی و کوشش سے حاصل

کہ مقسوم بن کوششیں سب ہیں باطل

نہیں ہوتی کوشش سے تقدیر زائل

برابر ہیں یاں محنتی اور کاہل

ہلانے سے روزی کی گر ڈور ہلتی

تو روٹی نکموں کو ہرگز نہ ملتی

نکموں کے ہیں سب یہ دلکش ترانے

سلانے کو قسمت کے رنگیں فسانے

اسی طرح کے کر کے حیلے بہانے

نہیں چاہتے دست و بازو ہلانے

وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی

کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی

سنی تم نے یہ جس جماعت کی حالت

تنزل کی بنیاد ہے یہ جماعت

بگڑتی ہیں قومیں اسی کی بدولت

ہوا اس کی ہے مفسد ملک و ملت

کیا صور و صیدا کو برباد اسی نے

بگاڑا دمشق اور بغداد اسی نے

جہاں ہے زمیں پر نحوست ہے ان کی  
 جدھر ہے زمانہ میں نکبت ہے ان کی  
 مصیبت کا پیغام کثرت ہے ان کی  
 تباہی کا لشکر جماعت ہے ان کی

وجود ان کا اصل البلیات ہے یاں

خدا کا غضب ان کی بہتات ہے یاں

سب ایسے تن آسان و بے کار و کاہل

تمدن کے حق میں ہیں زہرِ ہلاہل

نہیں ان سے کچھ نوعِ انساں کو حاصل

نہیں ان کی صحبت کہ ہے سمِ قاتل

یہ جب پھلتے ہیں سمٹی ہے دولت

یہ جوں جوں کہ بڑھتے ہیں گھٹی ہے دولت

جہاں بڑھ گئی ان کی تعداد حد سے

ہوئی قومِ محسوب سب دام و دوسے

رہا اس کو بہرہ نہ حق کی مدد سے

وہ اب بچ نہیں سکتی نکبت کی زد سے

بچو ایسے شوموں کی پرچھائیوں سے

ڈرو ایسے چپ چاپ یغماٹیوں سے

مگر اک فریق اور ان کے سوا ہے  
 شرف جس سے نوعِ بشر کو ملا ہے  
 سب اس بزم میں جن کا نور و ضیا ہے  
 سب اس باغ کی جن سے نشوونما ہے  
 ہوئے جو کہ پیدا ہیں محنت کی خاطر  
 بنے ہیں زمانہ کی خدمت کی خاطر

نہ راحت طلب ہیں نہ محنت طلب وہ  
 لگے رہتے ہیں کام میں روز و شب وہ  
 نہیں لیتے دم ایک دم بے سبب وہ  
 بہت جاگ لیتے ہیں سوتے ہیں تب وہ  
 وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہے دنیا  
 کماتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دنیا

چنیں گر نہ وہ ہوں کھنڈر کاخ و ایواں  
 بنیں گر نہ وہ شاہ و کشور ہو عریاں  
 جو بوئیں نہ وہ تو ہوں جاندار بے جاں  
 جو چھانٹیں نہ وہ تو ہوں جنگل گلستاں  
 یہ چلتی ہے گاڑی انہیں کے سہارے  
 جو وہ کل سے بیٹھیں تو بے کل ہوں سہارے

کھپاتے ہیں کوشش میں تاب و تواں کو  
 گھلاتے ہیں محنت میں جسم و رواں کو  
 سمجھتے نہیں اس میں جان اپنی جاں کو  
 وہ مر مر کے رکھتے ہیں زندہ جہاں کو

بس اس طرح جینا عبادت ہے ان کی

اور اس دھن میں مرنا شہادت ہے ان کی

مشقت میں عمر ان کی کٹتی ہے ساری  
 نہیں آتی آرام کی ان کے باری  
 سدا بھاگ دوڑ ان کی رہتی ہے جاری  
 نہ آندھی میں عاجز نہ مینہ میں ہیں غاری

نہ لُو جیٹھ کی دم تڑاتی ہے ان کا

نہ ٹھہرماگھ کی جی چھڑاتی ہے ان کا

نہ احباب کی تیغِ احساں سے گھائل

نہ بیٹے سے طالب نہ بھائی سے سائل

نہ دکھ درد میں سوئے آرام مائل

نہ دریا و کوہ ان کے رستے میں حائل

سنے ہوں کبھی رستم و سام جیسے

غیور اب بھی لاکھوں ہیں گمنام ایسے

کسی کو یہ دھن ہے کہ جو کچھ کھائیں  
 کھلائیں کچھ اوزوں کو کچھ آپ کھائیں  
 کسی کو یہ کد ہے کہ جھیلیں بلائیں  
 پہ احساں کسی کا نہ ہرگز اٹھائیں  
 کوئی محو ہے فکرِ فرزند و زن میں  
 کوئی چور ہے حبرِ اہل وطن میں  
 جو مصروف ہے کشتکاری میں کوئی  
 تو مشغول دوکان داری میں کوئی  
 عزیزوں کی ہے غمگساری میں کوئی  
 ضعیفوں کی خدمت گزاری میں کوئی

یہ ہے اپنی راحت کے سامان کرتا  
 وہ کنبے پہ ہے جان قربان کرتا

کوئی اس تک و دو میں رہتا ہے ہر دم  
 کہ دولت جہاں تک ہو کیجئے فراہم  
 رہیں جیتے جی تاکہ خود شاد و خرم  
 مریں جب تو دل پر نہ لے جائیں یہ غم

کہ بعد اپنے کھائیں گے فرزند و زن کیا  
 لباس ان کا اور اپنا ہو گا کفن کیا

بہت دل میں اپنے یہ رکھتے ہیں ارماں  
 کہ کر جائیں یاں کوئی کارِ نمایاں  
 وہ ہوں تاکہ جب چشمِ عالم سے پہاں  
 تو ذکرِ جمیل ان کا باقی رہے یاں

یہی طالبِ شہرت و نام لاکھوں  
 بناتے ہیں جمہور کے کام لاکھوں

بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے  
 نشاں جن سے قائم ہیں صدق و صفا کے  
 نہ شہرت کے خواہاں نہ طالبِ ثنا کے  
 نمائش سے بیزار دشمنِ ریا کے

ریاضت سب ان کی خدا کیلئے ہے  
 مشقت سب ان کی رضا کیلئے ہے

کوئی ان میں ہے حق کی طاعت پہ مفتوں  
 کوئی نامِ حق کی اشاعت پہ مفتوں  
 کوئی زہد و صبر و قناعت پہ مفتوں  
 کوئی پند و وعظِ جماعت پہ مفتوں

کوئی موج سے آپ کو ہے بچاتا  
 کوئی ناؤ ہے ڈوبتوں کی تراتا



بہت نوعِ انساں کے غمخوار و یاور  
 ہوا خواہ ملت بہ اندیشہ کشور  
 شاید کے دریائے خوں میں شناور  
 جہاں کی پر آشوب کشتی کے لنگر

ہر اک قوم کی ہست و بود ان سے ہے یار  
 سب اس انجمن کی نمود ان سے ہے یار

کسی پر ہو سختی صعوبت ہے ان پر  
 کسی کو غم و رنج و کلفت ہے ان پر  
 کہیں ہو فلاکت مصیبت ہے ان پر  
 کہیں آئے آفت قیامت ہے ان پر

کسی پر چلیں تیر آماج ہیں یہ  
 لئے کوئی رہ گیر تاراج ہیں یہ

یہ ہیں حشر تک بات پر اڑنے والے  
 یہ پتیاں کو میخوں سے ہیں جڑنے والے  
 یہ فوجِ حوادث سے ہیں لڑنے والے  
 یہ غیروں کی ہیں آگ میں پڑنے والے

امنڈتا ہے رکنے سے اور ان کا دریا  
 جنوں سے زیادہ سے کچھ ان کا سودا

جماتے ہیں جب پاؤں ہٹتے نہیں یہ  
 بڑھا کر قدم پھر پلٹتے نہیں یہ  
 گئے پھیل جب پھر سمٹتے نہیں یہ  
 جہاں بڑھ گئے بڑھ کے گھٹتے نہیں یہ

مہم بن کے سر نہیں بیٹھتے یہ  
 جب اٹھتے ہیں اٹھ کر نہیں بیٹھتے یہ

خدا نے عطا کی ہے جو ان کو قوت  
 سائی ہے دل میں بہت اس کی عظمت  
 نہیں پھیرتی ان کا منہ کوئی زحمت  
 نہیں کرتی زیر ان کو کوئی صعوبت

بھروسے پہ اپنے دل و دست و پا کے  
 سمجھتے ہیں ساتھ اپنے لشکر خدا کے

نہیں مرحلہ کوئی دشوار ان کو  
 ہر اک راہ ملتی ہے ہموار ان کو  
 گلستاں ہے صحرائے پر خار ان کو  
 برابر ہے میدان و کہسار ان کو

نہیں حائل ان کے کوئی رہگذر میں  
 سمندر ہے پایاب ان کی نظر میں

اسی طرح یاں اہل ہمت ہیں جتنے  
 کمر بستہ ہیں کام پر اپنے اپنے  
 جہاں کی ہے سب دھوم دھام انکے دم سے  
 فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں ان کے

بغیر ان کے بے ساز و ساماں تھی مجلس  
 نہ ہوتے اگر یہ تو ویراں تھی مجلس

زمین سب خدا کی ہے گلزار انہیں سے  
 زمانہ کا ہے گرم بازار انہیں سے  
 ملے ہیں سعادت کے آثار انہیں سے  
 کھلے ہیں خدائی کے اسرار انہیں سے  
 انہیں پر ہے کچھ فخر ہے گر کسی کو  
 انہیں سے ہے شرف آدمی کو

انہیں سے ہے آباد ہر ملک و دولت  
 انہیں سے ہے سرسبز ہر قوم و ملت  
 انہیں پر ہے موقوف قوموں کی عزت  
 انہیں کی ہے سب ربع مسکوں میں برکت

دم ان کا ہے دنیا میں رحمت خدا کی  
 انہیں کو ہے پھبتی خلافت خدا کی

انہیں کا اجالا ہے ہر رگنڈر میں  
 انہیں کی ہے یہ روشنی دشت و در میں  
 انہیں کا ظہور ہے سب خشک وتر میں  
 انہیں کے کرشمے ہیں سب بحر و بر میں  
 انہیں سے یہ رتبہ تھا آدم نے پایا  
 کہ سراں سے روحانیوں نے جھکایا

ہراک ملک میں خیر و برکت ہے ان سے  
 ہراک قوم کی شان و شوکت ہے ان سے  
 نجابت ہے ان سے شرافت ہے ان سے  
 شرف ان سے فخر ان سے عزت ہے ان سے  
 جفاکش بنو گر ہو عزت کے خواہاں  
 کہ عزت کا ہے بھید ذلت میں پنہاں

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی  
 جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی  
 کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی  
 فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی  
 نہاں اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں  
 ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

حکومت ملی ان کو صفا تھے جو  
 امامت کو پہنچے وہ قصار تھے جو  
 وہ قطبِ زمان ٹھہرے عطار تھے جو  
 بنے مرجعِ خلق نجار تھے جو  
 اولو الفضل یاں اٹھے سراج کتنے  
 ابو الوقت یاں گزرے حلاج کتنے

نہ بو نصر تھا نوع میں ہم سے بالا  
 نہ تھا بو علی کچھ جہاں سے نرالا  
 طبیعت کو بچپن سے محنت میں ڈالا  
 ہوئے اس لیے صاحبِ قدر والا  
 اگر فکرِ کسبِ ہنر تم کو بھی ہو  
 تمہیں پھر ابو نصر اور بو علی ہو

بڑا ظلم اپنے پہ تم نے کیا ہے  
 کہ عزت کی یاں جس ستوں پر بنا ہے  
 ترقی کی منزل کا جو رہنما ہے  
 تنزل کی کشتی کا جو ناخدا ہے  
 قوی پشت تھیں جس سے پشتیں تمہاری  
 ہوئی دست بردار قوم اس سے ساری

ہنر ہے نہ تم میں فضیلت ہے باقی  
 نہ علم و ادب ہے نہ حکمت ہے باقی  
 نہ منطق ہے باقی نہ ہیئت ہے باقی  
 اگر ہے تو کچھ قابلیت ہے باقی

اندھیرا نہ چھا جائے اس گھر میں دیکھو  
 پھر اکسا دو اس ٹٹماتے دیے کو

بہت ہم میں اور تم میں جوہر ہیں مخفی  
 خبر کچھ نہ ہم کو نہ تم کو ہے جن کی  
 اگر جیتے جی ان کی کچھ نہ خبر لی  
 تو ہو جائیں گے مل کے مٹی میں مٹی

یہ جوہر ہیں ہم میں امانت خدا کی  
 مبادا تلف ہو ودیعت خدا کی

یہی نوجواں پھرتے آزاد جو ہیں  
 کمینوں کی صحبت میں برباد جو ہیں  
 شریفوں کی کہلاتے اولاد جو ہیں  
 مگر ننگِ آبا و اجداد جو ہیں

اگر نقدِ فرصت نہ یوں مفت کھوتے  
 یہی فخرِ آبا و اجداد ہوتے



یہی جو کہ پھرتے ہیں بے علم و جاہل  
 بہت ان میں ہیں جن کے جوہر ہیں قابل  
 رذائل میں پنہاں ہیں ان کے فضائل  
 انہیں ناقصوں میں ہیں پوشیدہ کامل

نہ ہوتے اگر مائل لہو و بازی  
 ہزاروں انہیں میں تھے طوسی و رازی

یہی قوم ہے جس میں قحط آدمی کا  
 جہاں شور ہے ہر طرف ناکسی کا  
 نہیں جہل میں جس کے حصہ کسی کا  
 کبھی علم و فن پر تھا قبضہ اسی کا

وہ تھیں برکتیں سعی و کوشش کی ساری  
 وہی خوں ہے ورنہ رگوں میں ہماری

حکومت سے مایوس تم ہو چکے ہو  
 زر و مال سے ہاتھ تم دھو چکے ہو  
 دلیری کو ڈھک ڈھک کے منہ رو چکے ہو  
 بزرگی بزرگوں کی سب کھو چکے ہو  
 مدار اب فقط علم پر ہے شرف کا  
 کہ باقی ہے ترکہ یہی اک سلف کا

ہمیشہ سے جو کہتے آئے ہیں سب یاں  
کہ ہے علم سرمایہ فخر انساں  
عرب اور عجم ہند اور مصر و یوناں  
رہا اتفاق اس پہ قوموں کا یکساں

یہ دعویٰ تھا اک جس پہ حجت نہ تھی کچھ  
کھلی اس پہ اب تک شہادت نہ تھی کچھ

جواہر تھا اک سب کی نظروں میں بھاری  
پرکھنے کی جس کے نہ آئی تھی باری  
فضائل تھے سب علم کے اعتباری  
نہ تھی طاقتیں اس کی معلوم ساری

پہ اب بحر و بردے رہے ہیں گواہی  
کہ ہے علم میں زور دستِ الہی

کیا کوہساروں کو مسماز اس نے  
بنایا سمندر کو بازار اس نے  
زمینوں کو منوایا دوار اس نے  
ثوابت کو ٹھہرایا سیار اس نے

لیا بھاپ سے کام لشکر کشی کا  
دیا پتلیوں کو سکت آدمی کا

یہ پتھر کا ایندھن ہے جلوآنے والا  
جہازوں کو خشکی میں چلوآنے والا  
صداؤں کو سانچے میں ڈھلوآنے والا  
زمیں کے خزانے اگلوآنے والا

یہی برق کو نامہ بر ہے بناتا  
یہی آدمی کو ہے بے پر اڑاتا

تمدن کے ایوان کا معمار ہے یہ  
ترقی کے لشکر کا سالار ہے یہ  
کہیں دستکاروں کا اوزار ہے یہ  
کہیں جنگ جویوں کا ہتیار ہے یہ

دکھایا ہے نیچا دلیروں کو اس نے  
بنایا ہے روباہ شیروں کو اس نے

اسی کی ہے اب چار سو حکمرانی  
کئے اس نے زیر ارمنی اور یمانی  
ہوئے رام دیوان ماژندرانی  
گئے زاہلی بھول سب پہلوآنی

ہوا اس کی طاقت سے تسخیر عالم  
پڑے سامنے اس کے چرکس نہ وپلم

یہ لاکھوں پہ ہے سینکڑوں کو چڑھاتا  
سواروں کو پیادوں سے ہے زک دلاتا  
جہازوں سے ہے زورقوں کو بھڑاتا  
حصاروں کو ہے چٹکیوں میں اڑاتا

ہوا کوئی حربوں سے اس کے نہ سر بر

نہ ٹھہرے زورہ اس کے آگے نہ بکتر

جنہوں نے بنایا اسے اپنا یاور

ہر اک راہ میں اس کو ٹھہرایا رہبر

یہ قول آج کل صادق آتا ہے ان پر

کہ اک نوع ہی نوع انساں سے برتر

الگ سب سے کام ان کے اور طور ہیں کچھ

اگر سب ہیں انساں تو وہ اور ہیں کچھ

بہت ان کو معجز نما جانتے ہیں

بہت دیوتا ان کو گردانتے ہیں

پہ جو ٹھیک ٹھیک ان کو پہچانتے ہیں

وہ اتنا مقرر انہیں مانتے ہیں

کہ دنیا نے جو کی تھی اب تک کمائی

وہ سب جزو وکل ان کے حصہ میں آئی

کیا علم نے ان کو ہر فن میں یکتا  
نہ ہمسر رہا ان کا کوئی نہ ہمتا  
ہر اک چیز ان کی ہر اک کام ان کا  
سمجھ بوجھ سے ہے زمانہ کی بالا  
صانع کو سب ان کی تکتے ہیں ایسے  
عجائب میں قدرت کے حیراں ہوں جیسے

دیئے علم نے کھول ان پر خزانے  
چھپے اور ظاہر نئے اور پرانے  
دکھائے انہیں غیب کے مال خانے  
بتائے فتوحات کے سب ٹھکانے  
ہوا جیسے چھائی ہے سب بحر و بر پر  
وہ یوں چھا گئے خاور اور باختر پر

پہ سچ ہے کہ ہے اصل تعلیم دولت  
رہی ہے سدا پشتِ حکمت حکومت  
ہوئی سلطنت جن کی دنیا سے رخصت  
نہ علم ان میں باقی رہا اور نہ حکمت  
نہ یونان محکوم ہو کر رہا کچھ  
نہ ایران تاج اپنا کھو کر رہا کچھ

پہ اک خارش صبر و ہمت میں کامل  
یہ کہتا تھا محنت سے گھٹتا تھا جب دل  
کہ ”جن سختیوں کا اٹھانا ہے مشکل  
وہی ہیں کچھ اے دل اٹھانے کے قابل

حلال آدمی پر ہے کھانا نہ پینا

نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا“

نہیں سہل گر صید کا ہات آنا

تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپیٹ بھگانا

نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اٹھانا

ذرا تیز ہانکو جو ہے دور جانا

زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے

تو وقت اے عزیزو یہی زور کا ہے

کرو یاد اپنے بزرگوں کی حالت

شداوند میں جو ہارتے تھے نہ ہمت

اٹھاتے تھے برسوں سفر کی مشقت

غربی میں کرتے تھے کسبِ فضیلت

جہاں کھوج پاتے تھے علم و ہنر کا

نکل گھر سے لیتے تھے رستہ ادھر کا



عراقین و شامات و خوارزم و توراں  
 جہاں جنسِ تعلیم سنتے تھے ارزاں  
 وہیں پے سپر کر کے کوہ و بیاباں  
 پہنچتے تھے طلابِ افغان و خیزاں  
 جہاں تر عمل دین اسلام کا تھا  
 ہر اک راہ میں ان کا تانتا بندھا تھا

نظامیہ	نوریہ	مستنصریہ
نفیسیہ	ستیہ	صاحبیہ
رواحیہ	عزیزہ	قاہریہ
عزیزہ	زینیہ	ناصریہ

یہ کالج تھے مرکز سب آفاقوں کے  
 حجازی و کردی و قباقیوں کے  
 بشر کو ہے لازم کہ ہمت نہ ہارے  
 جہاں تک ہو کام آپ اپنے سنوارے  
 خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے  
 کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے  
 اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو  
 سدا اپنی گاڑی کو تم آپ ہانکو

بہت خوان بے اشتہا تم نے کھائے  
 بہت بوجھ بندھ بندھ کے تم نے اٹھائے  
 بہت آس پر ساز کی راگ گائے  
 بہت عارضی تم نے جلوے دکھائے

بس اب اپنی گردن پہ رکھو جو تم  
 کرو حاجتیں آپ اپنی روا تم  
 تمہیں اپنی مشکل کو آساں کرو گے  
 تمہیں درد کا اپنے درماں کرو گے  
 تمہیں اپنی منزل کا ساماں کرو گے  
 کرو گے تمہیں کچھ اگر یاں کرو گے

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے  
 مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

سراسر ہو گو سلطنت فیض گستر  
 رعیت کی خود تربیت میں ہو یاور  
 مگر کوئی حالت نہیں اس سے بدتر  
 کہ ہر بوجھ ہو قوم کا سلطنت پر

ہو اس طرح ہاتھوں میں اس کے رعیت  
 کہ قبضے میں غسال کے جیسے میت

وہی گر تجارت کے اس کو سجھائے  
 وہی صنعت اور حرفت اس کو بتائے  
 وہی کشتکاری کے آئیں سکھائے  
 وہی اس کو لکھوائے وہ ہی پڑھائے

ملا جس رعیت کو ایسا سہارا

کیا آدمیت نے اسے سے کنارہ

یہی سلطنت کی ہے کافی اعانت

کہ ہو ملک میں امن اس کی بدولت

نفوس اور اموال کی ہو حفاظت

حکومت میں ہو اعتدال اور عدالت

نہ توڑا رعیت پہ بے جا ہو کوئی

نہ قانون چھٹ کار فرما ہو کوئی

جہاں ہو یہ انداز فرماں روائی

رعیت کی ہے واں نیٹ بے حیائی

کہ ہر کام میں آس ڈھونڈے پرانی

کرے آپ اپنی نہ مشکل کشائی

کھڑا ہو سہارے اک اڑوار کے گھر

ہٹی وہ جہاں آ رہا یہ زمیں پر

گیا اب وہ دل تنکیوں کا زمانہ  
 کہ اپنوں کا حصہ تھا پڑھنا پڑھانا  
 برہمن کا پہنے اگر شدر بانا  
 تو اس پر نہیں کوئی اب تازیانا  
 ہوئے برطرف سب نشیب و فراز اب

سفید و سیاہ میں نہیں امتیاز اب  
 بس اب وقت کا حکم ناطق یہی ہے  
 کہ جو کچھ ہے دنیا میں تعلیم ہی ہے  
 یہی آج کل اصل فرماندہی ہے  
 اسی میں چھپا سر شاہنشی ہے  
 ملی ہے یہ طاقت اسی کیمیا کو  
 کہ کرتی ہے یہ ایک شاہ و گدا کو

سکھاتی ہے محکوم کو یہ اطاعت  
 بھاتی ہے حاکم کو راہ عدالت  
 دلوں سے مٹاتی ہے نقشِ عداوت  
 جہاں سے اٹھاتی ہے رسمِ بغاوت

یہی ہے رعیت کو حق دار کرتی  
 یہی ہے کہ و مہ کو ہموار کرتی

سنی ہے غریبوں کی فریاد اسی نے  
 کیا ہے غلامی کو برباد اسی نے  
 رپبلک کی ڈالی ہے بنیاد اسی نے  
 بنایا ہے پبلک کو آزاد اسی نے  
 مقید بھی کرتی ہے یہ اور رہا بھی  
 بناتی ہے آزاد بھی باوفا بھی

تجارت نے رونق ہے یہ اس سے پائی  
 کہ ہیج اس کے آگے ہے فرمانروائی  
 فلاحت کی یہ منزلت ہے بڑھائی  
 کہ فلاح کرتے ہیں معجز نمائی

ترقی یہ صنعت کو دی ہے بلا کی  
 کہ ہوتی ہے معلوم قدرت خدا کی  
 یہ نا اتفاقی ہے قوموں سے کھوتی  
 یہ قومی محبت کا ہے بیج بوتی  
 یہ آپس کے کینے دلوں سے ہے دھوتی  
 یہ دانے ہے سب ایک لڑ میں پروتی

یہ نقطوں پہ خط کی طرح ہے گزرتی  
 کروڑوں دلوں کو ہے یہ ایک کرتی

تقصانِ تعلیم کے نتائج

جہاں یہ نہیں واں نہ قوم اور نہ ملت  
 نہ ملکی حمایت نہ قومی حمیت  
 جدا سب کے رنج اور جدا سب کی راحت  
 الگ سب کی عزت الگ سب کی ذلت

خبرواں نہیں یہ کہ ہے قوم شے کیا  
 چھپا سڑ حق اس تعلق میں ہے کیا  
 جنہوں نے کہ تعلیم کی قدر و قیمت  
 نہ جانی مسلط ہوئی ان پہ ذلت  
 ملوک اور سلاطین نے کھوئی حکومت  
 گھرانوں پہ چھائی امیروں کی نکبت

رہے خاندانی نہ عزت کے قابل  
 ہوئے سارے دعوے شرافت کے باطل

نہ چلتے ہیں واں کام کاریگروں کے  
 نہ برکت ہے پیشہ میں پیشہ وروں کے  
 بگڑنے لگے کھیل سوداگروں کے  
 ہوئے بند دروازے اکثر گھروں کے

کماتے تھے دولت جو دن رات بیٹھے  
 وہ ہیں اب دھرے ہات پر ہات بیٹھے



ہنر اور فن واں ہیں سب گھٹتے جاتے  
 ہنر مند ہیں روز و شب گھٹتے جاتے  
 ادیبوں کے فضل و ادب گھٹتے جاتے  
 طبیب اور ان کے مصبّتتے جاتے

ہوئے پست سب فلسفی اور مناظر

نہ ناظم ہیں سرسبز ان کے نہ تاثر

اگر اک پہننے کو ٹوپی بنائیں  
 تو کپڑا وہ اک اور دنیا سے لائیں  
 جو سینے کو وہ ایک سوئی منگائیں  
 تو مشرق سے مغرب میں لینے کو جائیں

ہر اک شے میں غیروں کے محتاج ہیں وہ

ملکینکس کی رو میں تاراج ہیں وہ

نہ پاس ان کے چادر نہ بستر ہے گھر کا  
 نہ برتن ہیں گھر کے نہ زیور ہے گھر کا  
 نہ چاقو نہ قینچی نہ نشتر ہے گھر کا  
 صراحی ہے گھر کی نہ ساغر ہے گھر کا

کنول مجلسوں میں قلم وفتروں میں

اثاثہ ہے سب عاریت کا گھروں میں

جو مغرب سے آئے نہ مال تجارت  
تو مر جائیں بھوکے وہاں اہلِ حرفت  
ہو تجار پر بند راہِ معیشت  
دکانوں میں ڈھونڈے نہ پائے بضاعت

پرائے سہارے ہیں بیوپارواں سب  
طفیلی ہیں سیٹھ اور تجارواں سب

یہ ہیں ترکِ تعلیم کی سب سزائیں  
وہ کاش اب بھی غفلت سے باز اپنی آئیں  
مبادا رہِ عافیت پھر نہ پائیں  
کہ ہیں بے پناہ آنے والی بلائیں

ہوا بڑھتی جاتی سرِ رکذر ہے  
چراغوں کو فانوس بن اب خطر ہے

لیے فرد بخشی دورانِ کھڑا ہے  
ہر اک فوج کا جائزہ لے رہا ہے  
جنہیں ماہر اور کرتبی دیکھتا ہے  
انہیں بخشتا تیغ و طبل و درا ہے

پہ ہیں بے ہنر یک قلم چھتے جاتے  
رسالوں سے نام ان کے ہیں کٹتے جاتے

اشاعت  
تعلیم

بہں اب علم و فن کے وہ پھیلاؤ ساماں  
 کہ نسلیں تمہاری بنیں جن سے انساں  
 غریبوں کو راہ ترقی ہو آساں  
 امیروں میں ہو نورِ تعلیم تاباں  
 کوئی ان میں دنیا کی عزت کو تھامے  
 کوئی کشتی دین و ملت کو تھامے

بے قوم کھانے کمانے کے قابل  
 زمانے میں ہو منہ دکھانے کے قابل  
 تمدن کی مجلس میں آنے کے قابل  
 خطاب آدمیت کا پانے کے قابل  
 سمجھنے لگیں اپنے سب نیک و بد وہ  
 لگیں کرنے آپ اپنی اپنی مدد وہ

قدرت  
دانی  
الہی

کرو قدران کی ہنر جن میں پاؤ  
 ترقی کی اور ان کو رغبت دلاؤ  
 دل اور حوصلے ان کے مل کر بڑھاؤ  
 ستوں اس کھنڈر گھر کے ایسے بناؤ  
 کوئی قوم کی جن سے خدمت بن آئے  
 بٹھائیں انہیں سر پہ اپنے پرہائے

کرو گے اگر ایسے لوگوں کی عزت  
تو پاؤ گے اپنے میں تم اک جماعت  
بڑھائے گی جو قوم کی شان و شوکت  
گھرانوں میں پھیلائے گی خیر و برکت

مدد جس قدر تم سے وہ آج لے گی  
عوض تم کو کل اس کا وہ چند دے گی

ترقی کے یونان کے اسباب کیا تھے  
ہنر پر جہاں پیر و برناردا تھے  
تمدن کے منیڈیاں میں زور آزما تھے  
وطن کی محبت میں یکسر فنا تھے

مقاصد بڑے اور ارادے تھے عالی  
نہ تھا اس سے چھوٹا بڑا کوئی خالی

سب کچھ نہ تھا اس کا جز قدردانی  
کہ ہوتے تھے جو علم و حکمت کے بانی  
ترقی میں کرتے تھے جو جاں فشانی  
حیات ان کو ملتی تھی واں جاودانی

وطن جیتے جی ان پہ قرباں تھا سارا  
پس از مرگ پہنچتے تھے وہ آشکارا

اسی گرنے تھا جوش سب کو دلایا  
 کہ تھا اک جزیرہ نے رتبہ یہ پایا  
 اسی شوق نے تھا دلوں کو بڑھایا  
 اسی نے تھا یوناں کو یوناں بنایا  
 اس امید پر کوششیں تھیں یہ ساری  
 کہ ہو قوم کے دل میں عظمت ہماری  
 جنہیں ملک میں اپنی رکھنی ہو وقعت  
 جنہیں سلطنت کی ہو مطلوب قربت  
 جنہیں تھامنی ہو گھرانے کی عزت  
 جنہیں دین کی ہو نہ منظور ذلت  
 جنہیں نسل و اولاد ہو اپنی پیاری  
 انہیں فرض ہے قوم کی غمگساری  
 بہت دل میں نرم ان دنوں ہوتے جاتے  
 کہ حالت پہ ہیں قوم کی اٹڈے آتے  
 تنزل پہ ہیں اس کے آنسو بہاتے  
 نہیں آپ کچھ کر کے لیکن دکھاتے  
 خبر بھی ہے دل ان کے جلتے ہیں کس پر  
 وہ ہیں آپ ہی بات ملتے ہیں جس پر

رئیسوں کی جاگیرداروں کی دولت  
 فقیہوں کی دانشوروں کی فضیلت  
 بزرگوں کی اور واعظوں کی نصیحت  
 ادیبوں کی اور شاعروں کی فصاحت

حجے تب کچھ آنکھوں میں اہل وطن کی  
 جو کام آئے بہبود میں انجمن کی

جماعت کی عزت میں ہے سب کی عزت  
 جماعت کی ذلت میں ہے سب کی ذلت  
 رہی ہے نہ ہرگز رہے گی سلامت  
 نہ شخصی بزرگی نہ شخصی حکومت

وہی شاخ پھولے گی یاں اور پھلے گی  
 ہری ہوگی جڑ اس گلستاں میں جس کی

ذخیرہ ہے جب چیونٹا کوئی پاتا  
 تو بھاگا جماعت میں ہے اپنی آتا  
 انہیں ساتھ لے لیکے ہے یاں سے جاتا  
 فتوح اپنی ایک ایک کو ہے دکھاتا

سدا ان کے ہیں اس طرح کام چلتے  
 کمائی سے ایک اک کی لاکھوں ہیں ملتے



جب اک چیونٹا جس میں دانش نہ حکمت  
 بنی نوع کی اپنے برلائے حاجت  
 معیشت سے ایک اک کو بخشے فراغت  
 کرے ان پہ وقف اپنی ساری غنیمت

تو اس سے زیادہ ہے بے غیرتی کیا

کہ ہو آدمی کو نہ پاس آدمی کا

غضب ہے کہ جو نوع ہو سب سے برتر

گئے آپ کو جو کہ عالم کا سرور

فرشتوں سے جو سمجھے اپنے کو بڑھ کر

خدا کا بنے جو کہ دنیا میں مظہر

نہ ہو مردی کا نشاں اس میں اتنا

منسلم ہے مٹی کے کیڑوں میں جتنا

الہی بحق رسولؐ تہامی

ہر اک فرد انساں کا تھا جو کہ حامی

جسے دور نزدیک تھے سب گرامی

برابر تھے مکی و زنگی و شامی

شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نباہا

بروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا

طفیل اس کا اور اس کی عترت کا یارب  
 پکڑ جلد ہات اس کی امت کا یارب  
 اک ابر اس پہ بھیج اپنی رحمت کا یارب  
 غبار اس سے جو دھوئے ذلت کا یارب

کہ ملت کو ہے ننگِ ہستی سے اس کی  
 ہوا پست اسلامِ پستی سے اس کی  
 انہیں کل کی فکر آج کرنی سکھا دے  
 ذرا ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دے  
 کہیں گاۃ بازیِ دورانِ دکھا دے  
 جو ہونا ہے کل آج ان کو بچھا دے

چھتیں پاٹ لیں تاکہ باراں سے پہلے  
 سفینہ بنا رکھیں طوفاں سے پہلے

بچا ان کو اس تنگنائے بلا سے  
 کہ رستہ ہو گم رہ رو و رہنما سے  
 نہ امید یاری ہو یار آشنا سے  
 نہ چشمِ اعانت ہو دست و عصا سے

چپ و راس چھائی ہوئی ظلمتیں ہوں  
 دلوں میں امیدوں کی جا حسرتیں ہوں

## عرض حال

بجناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے

امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے

پرولیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مذعوتھے کبھی سیرز و کسریٰ

خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں

اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کو تھا شرک سے عالم کا نگہبان

اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے

اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے

جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے  
 اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے  
 جو دین کہ ہمدردِ بنی نوع، بشر تھا  
 اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے  
 جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی  
 اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے  
 جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی  
 وہ غرضہ تیغ، جہلا و سفہا ہے  
 جس دین کی حجت سے سب ادیایں تھے مغلوب  
 اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے  
 ہے دین ترا اب بھی وہی چشمہ صافی  
 دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے  
 عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی  
 منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے  
 یاں راگ ہے دن رات وواں رنگِ شب و روز  
 یہ مجلسِ اعیان ہے وہ بزمِ شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں  
 پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے  
 دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے  
 اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے  
 ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق  
 بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے  
 شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور  
 زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے  
 جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت  
 اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے  
 گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی  
 پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے  
 ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر  
 مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے  
 جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال  
 ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے

پیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار  
 جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے  
 وہ روشنی بامِ و درِ کشورِ اسلام  
 یاد آج تک جس کی زمانے کو ضیا ہے  
 روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج  
 بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے  
 عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو  
 اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے  
 چاؤش تھے للکار تے جن رہنڈروں میں  
 دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے  
 وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی  
 وہ یاد میں اسلاف کے اب رو بقضا ہے  
 جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی  
 اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے  
 کھوج ان کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا  
 گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے



بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی  
 ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے  
 تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے  
 اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتوں کے ہیں کرتوت  
 شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے  
 دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت  
 سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

کی زیب بدن سب نے ہی پوشاک کتاں کی  
 اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے  
 درکار ہیں یاں معرکے میں جوشن و خفتاں  
 اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ روا ہے

دریائے پر آشوب ہے اک راہ میں حائل  
 اور بیٹھ کے گھوڑ ناؤ پہ یاں قصد شنا ہے  
 ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت  
 واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے

یاں نکلے ہیں سو دے کو ورم لے کے پرانے  
 اور سکھ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے  
 فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہبیاں  
 بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے  
 اے چشمہ رحمت بسا بی انت و امی  
 دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے  
 جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا  
 جب تو نے کیا نیک سلوک ان سے کیا ہے  
 صدمہ درِ دندان کو ترے جس سے کہ پہنچا  
 کی ان کیلئے تو نے بھلائی کی دعا ہے  
 کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی  
 کھانے میں جنہوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے  
 سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم  
 ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے  
 جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری  
 منقول انہی سے تری پھر مدح و ثنا ہے

برتاؤ ترے جب کہ یہ اعدا سے ہیں اپنے  
 اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے  
 کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں  
 خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے  
 امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن  
 ولدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے  
 ایماں جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے  
 وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے  
 ہر چیقلش دہر مخالف میں ترا نام  
 ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے  
 جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اڑتی  
 وہ خاک ہمارے لئے داروئے شفا ہے  
 جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف  
 اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے  
 جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت  
 کعبے سے کشش اس کی ہراک دل میں سوا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا  
 اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے  
 ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے  
 نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بڑا ہے  
 گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ  
 اخبار میں الطالح لی ہم نے سنا ہے  
 تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی  
 ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے  
 خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں  
 پر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے  
 گردین کو جو کھوں نہیں ذلت سے ہماری  
 اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے  
 ہاں حالیء گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے  
 باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے  
 ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب  
 یاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے

## فرہنگ

ابوبکر رازی: علی ابن عیسیٰ الخ اس بند میں پانچ نامی طبیبوں کا ذکر ہے ابوبکر رے کا باشندہ تھا۔ مدتوں رے اور بغداد میں مطب کیا اور آخر عمر میں اندھا ہو گیا اور ۳۲۰ھ میں مر گیا۔ اس کی تصنیفات ۳۱۳ ہیں جن میں سے اکثر طبی ہیں۔ علی ابن عیسیٰ کو چیمبرزان سائیکلو پیڈیا میں اسلام کے اطباء نامدار میں سے لکھا ہے حسین ابن سینا بوملی شیخ رئیس کا نام ہے اس کی تصنیفات مختلف علوم میں تقریباً ۴۰ شمار کی گئی ہیں جن میں سے کتاب حاصل و محمول کی ۲۰ جلدیں شفا کی ۱۸۔ جلدیں ہیں ۴۲۸ھ میں ۵۸ برس کی عمر میں مرا اور ہمدان میں مدفون ہوا۔

حنین عبادان کا رہنے والا عیسائی مذہب بہت بڑا نامی طبیب ہے۔ اس نے خلفاء عباسیہ کے ہاں نشوونما پائی تھی۔ متوکل کے عہد میں سر رشتہ ترجمہ کا افسر تھا اور عراق عرب میں رہتا تھا۔ اس لیے حکماء اسلام میں اس کا شمار ہے۔

ضیاء الدین ابن بیطار اندلسی علم نباتات میں مشہور تھا۔ نباتات کی تحقیقات میں دور دور کے سفر کئے اور یہ مفردہ کے بیان میں اثنائتہاوں کا ماخذ اس کی تصنیفات ہیں۔ ۶۴۶ھ میں

## الف

آل عدنان: بنی امیہ جو کئی صدیوں تک اسپین میں حکمران رہے ان کے جد اعلیٰ کا نام عدنان تھا۔ اسی لیے بنی امیہ اور ان کے بنی عم یعنی بنی ہاشم سے آل عدنان ہیں۔

آل غالب: رسول خدا کے دسویں دادا کا نام غالب ہے۔ جو کہ عدنان سے گیارہ پشت نیچے ہیں۔ پس بنی ہاشم اور بنی امیہ کو آل غالب بھی کہتے ہیں۔

آماج: نشانہ

آمنہ: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف آنحضرت کی والدہ کا نام ہے۔

ائمہ: امام کی جمع اہل سنت کے ہاں بارہ اماموں کے سوا اور لوگوں کو بھی جو کسی علم دین میں اپنے معاصرین سے فائق ہوئے ہیں امام کہا گیا ہے جیسے امام اعظم، امام شافعی، امام اسمعیل بخاری، امام فخر الدین رازی، امام غزالی وغیرہم۔

آنکھ چرانا: کنارہ کرنا، کترانا، پہلو بچانا۔

ابرار: جمع بر بمعنی نیک۔

قسم کا کوئی تزلزل نہ آیا۔

ارسطو: یونان کا مشہور حکیم۔ سکندر کا استاد اور افلاطون کا شاگرد مسیح سے ۳۲۲ برس پہلے ۶۳ برس کی عمر میں مرا۔

ارسطو کی تعلیم: حکماء اسلام ارسطو کو معلم اول اور ابو نصر فارابی کو معلم ثانی کہتے ہیں۔ اسی لئے ارسطو کے افادات کو تعلیم کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا

ہے۔

ارم: کہتے ہیں کہ شداد نے ملک یمن میں ماہین صنعا اور حضرموت ایک باغ بنوایا۔ جس کا طول و عرض بارہ بارہ فرسنگ تھا۔ اس کا نام ارم ہے۔ اور ارم کو شعرا بمعنی بہشت بھی استعمال کرتے ہیں۔

ارمنی: آرمینیا کے رہنے والے۔

اڑالے گئی باد پندار جس کو: ارج یعنی جس کو غرور نے تباہ اور برباد کیا۔

مستعصم باللہ جس پر خلافت بغداد کا خاتمہ ہوا۔ اس کے غرور کا یہ حال تھا کہ قصر خلافت کے آستانہ پر ایک پتھر بمنزلہ حجر الاسود کے پڑا ہوا تھا۔ جس کو امراء و وزراء اندر جاتے وقت چومتے تھے۔ اس غفلت و پندار کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاریوں نے خلافت کا نام و نشان صفحہ ہستی

وفات پائی۔

ابھرتا: پستی سے نکلنا۔ ڈوب کر اچھلنا۔ بیماری سے افاقہ پانا۔

اجارا: دعوے زبردستی زور۔

اجلاف: کہنے لوگ۔

اچھوتا: جس کو کسی نے ہات نہ لگایا ہو۔ اچھوتا تھا تو حید کا جام اب تک۔ اس مصرعہ میں اس سے یہ مقصود ہے کہ جس تو حید کی اسلام نے تعلیم دی وہ ادیان سابقہ کے حصہ میں نہیں آئی تھی

احرار: حر (آزاد) جمع یعنی وہ لوگ جو خدا کے سوا سب چیزوں سے آزاد اور بے تعلق ہیں۔

احبار: جمع حبر۔ یہودیوں کے علمائے دین کو احبار کہتے ہیں۔

احسان: سلوک بھلائی۔

اخبار دین: احادیث نبوی کی طرف اشارہ ہے۔

ادھورا: پورے کی ضد یعنی نامکمل اور ناتمام جو پورا نہ ہو۔

ارکان اسلام: اصول اسلام رہے جب تک ارکان اسلام برپا۔ یعنی جب تک اسلام کے اصول اپنی حالت پر قائم رہے۔ اور ان میں کسی



مسائل اعتقاد سے علاقہ رکھتے ہیں ان کو اصول کہتے ہیں اور جو عمل سے علاقہ رکھتے ہوں وہ فروع کہلاتے ہیں۔

اصل شقاوت: بدبختی کی جڑ۔

اصولی: علم اصول فقہ کے جاننے والا۔

اعیان: شرفاء۔ امراء اور سلطنت کے ممتاز لوگ

اقامت سے بہتر ہے اس وقت رحلت: یعنی

اس وقت دنیا میں رہنے سے کوچ کرنا اچھا ہے۔ یعنی زندگی سے موت بہتر ہے۔

اقران و امثال: ہمسر، ہم چشم، ہم عصر اور ہم عمر لوگ۔

اقصائے عالم: اطراف عالم قضا کنارہ اس کی جمع اقصا ہے۔

اکسانا: چراغ کو اشتعالک دینا۔

اگر نشہ سے ہو غیبت میں پنہاں: یعنی اگر غیبت میں بھی شراب کا سانشہ ہو تو تمام مسلمان مست و مدہوش پائے جائیں کیونکہ غیبت سے بچا ہوا کوئی نظر نہیں آتا۔

الپ ارسالاں: سلجوقیوں کے سلسلہ کا دوسرا پادشاہ ہے اس کے باپ کا نام چغریک اور چچا کا نام طغرل بیگ تھا۔ طغرل بیگ نے اپنی زندگی

سے منادیا۔ دوسرے مصرع میں میل تاتار سے بھی مراد ہے۔

اژواژ: وہ لکڑی جو پرانی چھت وغیرہ کے نیچے گر پڑنے کے اندیشہ سے لگا دیتے ہیں۔

ازل کا پیمان: بیان الست جس کا اشارہ قرآن کی آیت الست برکم قالوا بلی کی طرف ہے۔

اسامی بنانا: کسی دو متمند آدمی کو فریب دے کر ٹھگنا اور اس سے روپیہ وصول کر لینا۔

اسانید: جمع اسناد یعنی حدیث کی دو کتابیں جن میں ہر ایک حدیث مع اس کے راویوں کے نام کے لکھی گئی ہے جیسے بخاری اور مسلم وغیرہ۔

استفادہ: فائدہ حاصل کرنا، تلمذ۔ شاگردی۔ ارادت۔

اسی جزر و مد نے ڈبویا ہے ہم کو: نا اتفاقی کو سمندر کے مد و جزر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس میں بھی ایک قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

اشاعت: شائع کرنا، رواج دینا، پھیلانا۔

اشراف: شریف کی جمع۔ مگر اردو میں واحد یعنی شریف کی جگہ زیادہ استعمال میں آتا ہے۔

اصل: جڑ، قاعدہ، کلیہ اور مذہبی اصطلاح میں جو

ظہرہا یعنی جب تم میں سے بہتر لوگ تمہارے  
حاکم ہوں اور تم میں سے فیاض لوگ مالدار ہوں  
اور تمہارے کام باہمی مشورہ سے ہوں تو تمہارے  
لیے زمین کے پیٹ سے اس کی پشت اچھی ہے  
(یعنی تمہاری زندگی موت سے بہتر ہے) اور  
جب تم میں سے بد لوگ تمہارے حاکم ہوں اور  
بخیل لوگ امیر ہوں اور تمہارے کام عورتوں کے  
حوالہ ہوں تو تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی  
پشت سے بہتر ہے (یعنی موت زندگی سے اچھی  
ہے۔)

امین: امانت دار۔ عرب کے لوگ بعثت سے  
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کے لقب  
سے پکارا کرتے تھے۔

انہیں کو ہے پھبتی خلافت خدا کی: اس میں  
قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں  
خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ فرمایا ہے انسی  
جاعل فی الارض خلیفۃ

ایتھنسر: یونان کا قدیم دار الحکومت جس میں  
بڑے بڑے حکیم اور مقنن گزرے ہیں۔ عرب  
اس شہر کو مدینۃ الحکماء کہتے تھے۔

ایلیچی: پیغامبر۔ ترکی میں ایل پیغام کو کہتے ہیں  
اور چینی نسبت کا فائدہ دیتا ہے اس آیت کی طرف  
اشارہ ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی

میں اس کو ولیعہد مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ طغرل کے  
بعد اس کا جانشین ہوا۔

الدین یسر: یعنی دین آسان ہے یہ حدیث  
نبوی کے الفاظ ہیں۔

الہی: وہ علم ہے جس میں ذات باری تعالیٰ اور  
ارواح و مجردات سے بحث کی جاتی ہے۔ یونان  
میں اس کو تھیولوجی کہتے ہیں جس کو عرب نے  
اثولوجیا بنا لیا ہے۔

ام الجرائم: یعنی تمام گناہوں کی جڑ۔

امنڈتا ہے رکنے سے اور ان کا دریا: یعنی  
ان لوگوں کی جس قدر مزاحمت ہوتی ہے اسی قدر  
ان کا جوش زیادہ ہوتا ہے۔

امی: ان پڑھ ابتدائے اسلام میں اور اس سے  
پہلے چونکہ عرب میں تعلیم و تعلم کا رواج نہ تھا اس  
لیے عربوں کو امی کہا گیا ہے۔

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر: الخ اس  
بند میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے اذا کان  
امراؤ کم خیار کم و اغنیاء کم سمحاء  
کم و امر کم شوری بینکم فظہر الارض  
خیر لکم من بطنها و اذا کان امراء کم  
شرار کم و اغنیاء کم بخلاؤ کم و امر کم  
الی نسانکم فبطن الارض خیر لکم من

تحقیر ہوتی ہے۔ پس انبیاء کو ان کی حد سے بڑھا دینا گویا ان کے رتبہ کو دنیا کی نظر میں گھٹا دینا ہے۔

بدن کے نگہبان بستر کے درباں: یعنی ہر وقت بدن کی حفاظت اور خود آرائی میں مصروف رہتے ہیں یا نرم پچھونوں میں پڑے اینڈتے ہیں گویا بستر کیے دربان ہیں۔  
بدیا: علم۔ ہنر۔ بزرگی۔

بر: لڑکا جس سے لڑکی کا ازدواج ہو سکے۔ بر نہیں ملتا۔ یعنی کوئی ایسا لڑکا نہیں ملتا جس سے اس کی شادی کی جاتی۔

برا عظم: ایشیا۔ افریقہ۔ یورپ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا۔ ان میں سے ہر ایک کو برا عظم کہتے ہیں۔ مگر مسدس میں صرف اول کے تین برا عظم مراد ہیں کیونکہ عرب کی ترقی کے وقت صرف وہی معلوم تھے۔

بربر: صحرائے افریقہ کے شمال میں جو ملک ہے وہ بربر کہلاتا ہے۔

برہمن کا پہنے اگر شدر بانا: ہندوؤں کے ہاں منوشاستر میں چار ذاتیں مقرر ہیں اور ہر ایک ذات کے لیے خاص خاص کام مخصوص کئے ہیں اور شدر کو سب سے ارذل قرار دیا ہے یہاں تک

انسی یعنی میں بھی تم ہی جیسا انسان ہوں مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

## ب

بات پر اڑنا: اصرار کرنا، ہٹ کرنا اپنی بات سے نہ ملنا۔

باغ چھانٹنا: باغ کو آراستہ کرنا۔ درختوں سے خشک اور بیکار ٹہنیاں اور پتے دور کرنے۔

باغ رضواں: بہشت۔

باغ زعنا: خوب صورت باغ، باغ زیبا۔

بانو: خاتون۔ گھر کی بیوی۔

بچایا برائی سے ان کو یہ کہہ کر: الخ اس بند میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے ذکر رجل عند رسول اللہ بعبادة و ذکر اخر برعة فقال النبی لا يعدل بالرعة یعنی الورع۔

بچھڑنا: میلا بچھڑنا۔ اس کا ٹوٹ جانا۔ پراگندہ اور متفرق ہو جانا۔

بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا: یعنی امت مسیحیہ کی طرح مجھ کو بڑھا کر الوہیت کے درجہ تک نہ پہنچا دینا۔ کیونکہ اس طرح دین کے مخالفوں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ اور دین کی

کلیب کی چراگاہ میں جو خاندان بنی تغلب سے تھا چلی گئی اور کلیب نے اس کے تقنوں کو اپنے تیر سے زخمی کر دیا۔ یہ بات بنی بکر کو بہت ناگوار ہوئی۔ اور ان میں سے ایک شخص مہلبہل نے کلیب کو برچھے سے مار ڈالا۔ اور دونوں خاندانوں میں لڑائی چھڑ گئی جو عرصہ تک قائم رہی۔

بگڑ کر سنبھلنا: یعنی سخت بیمار ہو کر اچھا ہونا۔

بنا: بنیاد عمارت۔

بیج: تجارت۔ بیوپار۔ لین دین۔

بو پھوٹنا: خوشبو پھیلنا۔

بوجہل: مشرکین قریش کا سردار تھا اور رسول خدا کا بڑا دشمن تھا۔

بوقبیس: عرب کے پہاڑ کا نام ہے جس کے نیچے مغرب کی طرف شہر مکہ ہے۔

بول بالا ہونا: غالب ہونا۔ اس کا بول بالا ہو۔ یعنی اس کی بات بڑی ہو وہ سب پر غالب ہو جائے۔

بولنصر: محمد بن محمد ترخان جو بولنصر فارابی اور معلم ثانی کے لقب سے مشہور ہے حکماء اسلام میں اس کے رتبہ کا کوئی حکیم فن حکمت میں نہیں ہوا اس کی تقریباً ساٹھ کتابیں شمار کی گئی ہیں۔ یونانیوں اور

کہ اگر وہ برہمن کے خاص کاموں میں دخل دے تو اس کے لیے سخت سزا مقرر ہے۔

آجکل کے مورخ یہ سمجھتے ہیں کہ آریہ قوم نے تنگ دلی سے ہندوستان کے قدیم باشندوں کو شدت قرار دیا تھا اور تمام ذلیل کام ان کے واسطے مخصوص کئے تھے یہاں تک کہ اگر شدر برہمن کا بنانا یعنی لباس پہن لینا تھا تو مستوجب سزا ہوتا تھا۔ سدس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس زمانہ میں وہ حال نہیں ہے بلکہ قانون میں حاکم و محکوم میں کچھ فرق نہیں رکھا گیا۔

بیسرا: اصل میں پرندوں کے رات کو آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ مگر مجازاً انسان کے رہنے اور بود و باش کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ وحشیوں کی بود و باش کا ذکر ہو۔

بقراط: یہ شخص قدیم دارالخلافہ شام یعنی شہر حمص میں سکندر سے تقریباً سو برس پہلے گزرا ہے۔ عربی طب میں سب سے پہلے اسی کی کتابوں کا ترجمہ ہوا ہے۔

بکر و تغلب: عرب کے دو بڑے خاندانوں کے نام ہیں جن میں یہ لڑائی ہوئی تھی اور اس کو حرب بسوس کہتے ہیں۔ سب لڑائی کا یہ تھا کہ بکر خاندان کی ایک عورت کے ہاں جس کا نام بسوس تھا ایک مہمان آیا۔ اس مہمان کی اونٹنی چرتی ہوئی

کو کہتے ہیں۔

بھیڑ چال: اوروں کی دیکھا دیکھی کوئی کام کرنا۔

بیڑا: کئی جہاز جو اکٹھے ہو کر کسی مہم پر جائیں۔

بے محابا: بیدھڑک بے خوف و خطر، اگرچہ اصل لغت میں محابا کے یہ معنی نہیں۔ لیکن اردو میں اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔

## پ

پاک شہدا: آزاد بے باک بے شرم جس کو کسی کا لحاظ نہ ہو۔

پایاب: اترا ہوا، دریا جس میں کشتی کے بغیر جا سکیں۔

پتے کا کھڑکا: ذرا سی آہٹ تھوڑا سا خطہ۔

پر بت: پہاڑ کو کہتے ہیں۔

پر جا: رعایا۔

پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے: یعنی صرف اسی امید پر کہ ہم سزاجات پا میں اپنے دلوں کو تسلی دیتے ہیں۔

پس از مرگ چکتی تھے وہ آشکارا قیدی یونانیوں کا دستور تھا کہ جو شخص اہل کمال مرتبت

عربوں کا کوئی علم ایسا نہیں جس میں اس نے کتاب نہ لکھی ہو۔ اس کی اکثر کتابیں مقبول اور برگزیدہ ہیں۔ فاراب کا باشندہ تھا جو کہ ماورالنہر کا ایک شہر ہے مقتدر باللہ کے عہد میں عراق عرب میں جا کر سکونت اختیار کی اور وہیں علم حاصل کیا پھر سیف الدولہ حاکم حلب کے پاس دمشق چلا گیا اور وہیں ۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

بہائم: جمع بہیمہ۔ چوپائے۔ جیسے گھوڑا، اونٹ، گائے وغیرہ

بہتات: کثرت، افراط زیادتی۔

بہت خوان بے اشتہاتم نے کھائے: اناج اس بند میں بے اشتہا خوان کھانے اور بندھ بندھ کے بوجھ اٹھانے اور ساز کے سہارے پر راگ گانے اور عارضی جلوے دکھانے سے یہ مراد ہے کہ اب تک جس قدر انگریزی تعلیم تم نے حاصل کی ہے گورنمنٹ کی ترغیب سے کی ہے۔ اپنی تعلیم کا آپ فکر نہیں کیا۔

بھرے ان کے میلے پچھڑنے لگے اب: یعنی ان کی جماعتیں پراگندہ اور ان کی مجالس درہم و برہم اور ان کی سلطنتیں زیر و بالا ہونے لگیں۔

بھگوان: خدا

بہوار: بیوہ کا بگڑا ہوا ہے۔ معاملہ اور لین دین



تعصب: اصل میں بیجا حمایت کرنے کو کہتے

ہیں۔ مگر چونکہ بیجا مخالفت اس کو لازم ہے اس لیے دونوں پر تعصب کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

تعیش میں جینا نمائش پہ مرنا: تعیش اصل

لغت میں کم معاش ہونا ہے مگر اردو میں عیش و

کامرانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے عیش

اصل میں زندگی کو کہتے ہیں مگر فارسی اور اردو میں

اس کے معنی کچھ اور ہو گئے ہیں۔ نمائش پہ مرنا یعنی

خود نمائی پر فریفتہ ہونا۔

تفحص: کریدنا۔ جستجو کرنا۔ ڈھونڈھ کرنا۔

تلقویم پارینہ: پرانی جنتری جو کسی کام کی نہ

رہے۔

تلقین: سمجھانا۔ تعلیم کرنا۔ سکھانا۔

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا: اس میں

عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے جو مسیح کو خدا اور خدا

کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ یہ ایک حدیث کا مضمون ہے

جس کے یہ الفاظ ہیں لا تطرونی کما اطرت

النصاری ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا

عبداللہ ورسولہ۔ یعنی میری زیادہ تعریف نہ

کرو جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کی حد سے

زیادہ تعریف کی۔ مجھ کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول

سمجھو۔

اس کو دیوتا قرار دے کر اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔

پود: چھوٹے درخت اولاد اور نسل سے مراد ہے

پھلکنا: درخت کا جھٹ پٹ بڑھنا اور نشوونما

پانا۔

پھبنا: زیب دینا۔

پیوند: رشتہ۔ نسبت۔ ازدواج۔ تعلق جوڑنا۔

ت

تازیانہ: کوڑا۔ مجازاً تعزیر۔

تا کنا: پہلے سے ہی خیال رکھنا۔ جیسے ازل میں

مشیت نے تھا جس کو تا کا۔

تاننا: گھی کو گرم کر کے چھاچھ وغیرہ سے صاف

کرنا۔ مجازاً تحقیق کرنا جانچنا۔

تدرو اور شہباز سب اوج پر ہیں: تدرو

یعنی چکور سے محکوم تو میں اور شہباز سے حاکم تو میں

مراد ہیں۔

تراٹنا بھرنا: گھوڑے یا ہرن وغیرہ کا جست

کرنا۔ مجازاً فکر و خیال کی بلند پروازی مراد ہے۔

ترقی یہ صنعت کو دی ہے بلا کی: یہ یعنی ایسی

اور بلا کی یعنی غضب کی یا ابتادرجہ کی۔



ٹیکس: اسپین میں سب سے بڑی ندی ہے اس کا طول تخمیناً ۵۵۰ میل ہے ارگوں کی حد سے نکلتی ہے اور بسن میں سمندر سے جا کر ملی ہے۔

## ج

جادو: راستہ پگ ڈنڈی۔ بیٹا

جائزہ: جانچ پڑتال۔

جتانا: خبردار کرنا، اطلاع دینا۔

جرح و تعدیل: محدثین کی اصطلاح میں راوی

کے عیب ظاہر کرنے کو جرح اور اس پر سے

اعتراض دفع کرنے کو تعدیل کہتے ہیں۔

جرگہ: گروہ، جماعت۔

جزیرہ نما: خشکی کا وہ قطعہ زمین جس کے تین

طرف پانی ہو اور ایک طرف خشکی۔

جسے راج رد کر چکے تھے وہ پتھر: انج اس

مصنوعہ میں اس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو

انجیل متی کے باب ۲۱ میں ہے۔ اور جس کو

مسلمان بنی اسمعیل کے حق میں سمجھتے ہیں معمار کا

پتھر کو رد کرنا یعنی اس کو بیکار سمجھ کر پھینک دینا۔

جعفری: شیعہ۔

جمانا: تسلی دینا، یقین دلانا، ارادہ پر پختہ کرنا۔

تمدن: تہذیب اور تہذیب جسے سویلایزیشن کہتے ہیں۔

توحید مطلق: توحید جس میں شرک کا کوئی لگاؤ

نہ ہو۔ اور خدا کے سوا کسی کی پرستش جائز نہ ہو۔

مطلق کے معنی بے قید اور آزاد ہیں۔

تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے:

عرب کے لوگ اپنی فصاحت کے آگے سب عجم کو

گونگا کہتے تھے۔ اس مصرعہ میں صرف اسی

مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

تورع: پرہیزگاری۔ بدی سے بچنا۔

تہامی: تہامہ کا رہنے والا جس سرزمین میں

مدینہ منورہ ہے۔ اس کا نام تہامہ ہے اسی لیے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تہامی کہتے ہیں۔

تھڑ جانا: تھوڑا ہو جانا۔ کم ہو جانا۔

تہمت تراشنا: کوئی جھوٹی بات دل سے گھڑ کر

نکالنی۔

## ط

ٹمٹمانا: چراغ کا بجھتے وقت کم کم روشنی دینا۔

ٹھٹکنا: چلتے چلتے رک جانا۔

ٹھننا: کسی کام کا پختہ طور سے قرار پانا۔

ایک جزیرہ نما ہے (۲) منلیبار بحر ہند کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ (۳) ہمال مشہور پہاڑ (۴) جبرالٹر انگریزی میں جبل طارق کو کہتے ہیں۔ عبدالرحمن موسیٰ بن نصیر نے جب اپنے غلام طارق کو اندلس کی مہم پر بھیجا تو وہ اول اسی پہاڑ پر پہنچا تھا اور اسی لیے اس پہاڑ کو جبل الفتح بھی کہتے ہیں۔

جھنڈ: بہت سے درختوں کا مجمع۔

جی چرانا: جان بچانا، کوتاہی کرنا۔

جی چھڑانا: ہمت توڑانا۔

جی سے گزرنا: مرجانا۔ مرنے پر آمادہ ہو جانا۔

## ج

چار پیسے: تھوڑا سرمایہ، تھوڑی طاقت۔

چال: رفتار۔ داؤ۔ فریب۔

چال ڈھال: چل چلن۔ روش۔ طریق۔

چراغاں: روشنی۔

چرکس: سرکیشیا کے باشندے۔

چھاننا: تحقیق کرنا۔ پڑھنا۔

چھٹنا: معزول و برطرف ہونا۔ تخفیف میں آنا۔

چڑانا: ایسی بات کہنی جسے کوئی برامانتا ہو۔

جوا: (۱) تار (۲) وہ لکڑی جو گاڑی کے بیلوں کی گردن پر رکھی جاتی ہے۔

جو بن: حسن و جمال، خوبی، خوبصورتی۔

جوتا: بواؤ، مجھول، کاشتکار۔

جوٹیکس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی: ٹیکس اندلس

یعنی اسپین میں سب سے بڑی ندی ساڑھے

پانسو میل لمبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام ٹیکس

سے گنگا تک یعنی اسپین سے ہندوستان تک پھیل

گیا۔

جولنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا: مقصود یہ

ہے کہ جن کا ذریعہ یعنی خیمہ جو سفر کی علامت ہے۔

لنکا میں تھا اور ان کا گھر بربر میں تھا۔ جو افریقہ

کے شمالی حصہ میں ہے یعنی اتنی دور جا کر بلا دو باش

اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ لنکا میں اب تک عرب

کی نسلیں موجود ہیں۔

جہاز اہل روم کا تھا ڈگر گاتا: انج روم والے

چونکہ تمام بحر روم پر حکمران تھے اس لیے ان کی

سلطنت کو جہاز سے اور ایرانیوں کی سلطنت کو

آتش پرستی کی رعایت سے چراغ کے ساتھ تشبیہ

دی ہے۔

جہاں کو ہے یاد ان کی رفتار اب تک: انج

اس بند میں کئی نام ہیں (۱) بلایا مشرقی بحر ہند میں

بولتے ہیں جیسے حماقت کو عقلمندی کہتے ہیں۔

حکومت ملی ان کو صفار تھے جو: خراسان میں صفاریوں کی حکومت تیس برس رہی ہے یعقوب بن لیث ان کا پہلا بادشاہ ہے صفار ٹھہیرے کو کہتے ہیں۔ یعقوب اول یہی کام کرتا تھا۔ پھر حاکم سیستان کے ہاں نوکر ہو گیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خراسان و نیم روز و کرمان اور فارس وغیرہ ممالک ایران پر متسلط ہو گیا۔ قصار دھوبلی کو 'نجم' بڑھئی کو سراج زین گر کو 'حلاج دھنیے' کو کہتے ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ دین اور علماء یہ تمام پیشے کرتے تھے۔

حمیم آب و زقوم کھانا ہے جن کا: حمیم نرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا اور زقوم تھوہر جو ان کو کھلایا جائے گا۔

## خ

خازن علم دین: صاحب علم حدیث۔ خازن خزانچی کو کہتے ہیں۔ اور علم دین علم نبی اکثر علم حدیث کو کہا جاتا ہے۔

خاکا اڑانا: مٹی خراب کرنی، ہنسی ہنسی میں ذلیل کرنا۔

خاکدان: دنیا۔ زمین۔

چکھاتا ہے درود قدح سب کو ساقی: یہاں ساقی سے مراد زمانہ ہے۔

چیند: کھیل یا بازی میں بد معاملگی کرنی۔

## ح

حاشیہ چڑھانا: اصل بات میں اپنی طرف سے کچھ بڑھانا۔

حجازی: حجاز عرب میں ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو یمن سے شام تک چلا گیا ہے۔ چونکہ مکہ معظمہ اسی سلسلہ میں ہے اسی لیے اہل مکہ کو حجازی کہتے ہیں۔

حرا: مکہ معظمہ کے پاس ایک غار ہے۔

حریم خلافت: مراد بغداد ہے جو عباسیوں کا دار الخلافہ تھا۔

حکم ناطق: روز مرہ کی بول چال میں ضروری حکم اور تاکید حکم کو کہتے ہیں۔

حکومت تھی گویا کہ اک جھول تم پر: یعنی جس طرح جھول (لمع) کے اڑ جانے سے دھات کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے اسی طرح حکومت کے جاتے رہنے سے تمہارے جوہر یعنی عیب ظاہر ہو گئے۔ عیبوں کو بطریق استہزا جوہر

دار الحکومت اس زمانہ میں خیوانیہ ہے ابتداً اسلام سے سلطان محمد خوارزم شاہ تک جس کا خاتمہ چنگیز خان نے کیا بڑے جلیل القدر مسلمان بادشاہ یہاں حکمران رہے ہیں اب روس کے ماتحت ہے کرکاج جرجانیہ، خیوان، خنسر اور ہزار اس کے بڑے شہر ہیں۔

خیر الامم: سب امتوں سے بہتر۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس۔

خیر القرون: سب زمانوں سے بہتر زمانہ۔ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ خیر الوری: بہترین عالم۔

و

درا: جس۔ گھنٹال جو قافلوں کے ساتھ رہتی ہے تاکہ بھولے ہوئے مسافر اس کی آواز سن کر قافلہ سے آملیں۔

درایت: حدیث کی پرکھ۔

دڑیرا: سخت بارش۔

دست و گریباں رہنا: خصومت و نزاع رکھنا۔

خبر: اور اثر حدیث کی دو قسمیں ہیں۔

خدائی: دنیا۔ کائنات۔ جلوہ قدرت الہی۔

خدا کی زمین بن جتی سر بسر تھی: طبع بشری کو جبکہ وہ تہذیب سے عاری تھی بن جتی زمین سے تشبیہ دی ہے۔

خراباٹ: شراب خانہ۔

خس کم جہاں پاک: جب کوئی نالائق آدمی مر جائے یا کہیں چلا جائے تو یہ مثل بولی جاتی ہے۔

خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا: یعنی نیک نیتی سے جو وہ آپس میں دین کی باتوں پر جھگڑتے تھے یہ اس آشتی سے زیادہ خوشنما اور بہتر تھا جس میں اکثر دل صاف نہیں ہوتے۔

خلیفہ سے لڑتی تھی ایک ایک بڑھیا: ایک بار حضرت عمرؓ زیادہ مہربان دھننے کی ممانعت منہر پر چڑھ کر کر رہے تھے۔ ایک بڑھیا نے کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی ان اتیم احدیہن قنطارا فلا تاجدوا منہ شینا۔ اور کہا کہ خلیفہ ہو قرآن کو نہیں سمجھتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ”عمر سے سب کا علم زیادہ ہے یہاں تک کہ بڑھیوں کا بھی“ اور پھر کبھی بڑے مہربان دھننے کی ممانعت نہ کی۔

خوارزم: خراسان کے شمال میں بحیرہ خوارزم یعنی جھیل یورال تک ایک ملک ہے جس کا

دھت: جو حالت اعتدال سے بڑھ جائے۔

دھن: جو خیال ہر وقت بندھا رہے۔

دھندلاکا: تاریکی اور روشنی کے درمیان ایک تیسری حالت ہے جس میں اچھی طرح محسوس نہ ہو اور مجازاً تاریکی کو بھی کہتے ہیں۔

دیلیم: گیلان کے پاس ایک پہاڑی ملک بحیرہ کیسپین کے جنوب میں واقع ہے جو پہلے ایران میں شامل تھا اور اب روس میں داخل ہے اس ملک کے باشندوں کو بھی دیلیم کہتے ہیں۔ جن کے بال اکثر گھنگروا لے ہوتے ہیں۔

دیوان مارشڈ رانی: ولایت مارشڈ ران دیلیم اور گیلان کے مشرق میں ہے اس نواح کے اکثر باشندے اب روس کے ماتحت ہیں۔ جن کو فردوسی نے شاہنامہ میں مارشڈ ران سے دیو کہا ہے۔ مگر اب یورپ کے فنون جنگ نے۔ بونہی مغلوب کر دیا۔

ڈ

ڈرایا تعصب سے ان کو یہ کہلکر: اس بند میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے لیس منا من دعا الی عصبیة و لیس منا من قاتل عصبیة و لیس منا من مات علی عصبیة

دشت و در: جنگل اور پہاڑ۔

دعائے خلیل اور نوید مسیحا: اس مضرع میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”میں اپنے دادا ابراہیم کی دعا اور اپنے بھائی عیسیٰ کی بشارت ہوں“ کیونکہ ابراہیم نے جیسا کہ سورہ بقرہ کے رکوع ۱۵ میں مذکور ہے دعا کی تھی کہ الہی مکہ والوں میں ایک نبی انہیں میں سے بھیج۔ اور عیسیٰ نے جیسا کہ سورہ صف کے پہلے رکوع میں اور انجیل یوحنا کے سولہویں باب میں ہے اپنی قوم کو بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک نبی آویگا جس کا نام فارقلیط یا احمد ہوگا۔

دفتر الثنا: ادب آنا۔

دفتر گاؤ خورد ہونا: دفتر کا برباد اور تلف ہونا۔

دل اکھڑنا: مایوسی سے دل برداشتہ ہونا۔

دل امنڈنا: رقت سے دل کا بھڑانا۔

دل بڑھانا: حوصلہ دلانا ہمت بڑھانا۔

دم پر بننا: بد حالی میں گرفتار ہونا۔

دم تڑانا: بے دم کر دینا۔

دم دینا: فریب دینا۔

دمشق: شام کا قدیم مشہور اور بڑا شہر ہے۔



کی تفسیر بارہ جلدوں میں ہے۔

راس: سازگار۔ موافق

راس الاطبا: طبیبوں کا سردار۔ بڑا طبیب۔

راس البصاعت: راس المال۔ عمدہ پونجی اعلیٰ

سرمایہ۔

راعی: چرواہا۔ ریوز کار کھوالا۔ اس لفظ کا اطلاق

اکثر انبیاء پر کیا گیا ہے۔

راوی: حدیث کا روایت کرنے والا۔

راہب: عیسائیوں کا درویش۔

ربع مسکوں: کرۂ زمین میں چوتھائی خشکی اور

تین چوتھائی پانی مانا جاتا ہے۔ ایک چوتھائی خشکی

کو ربع مسکوں کہتے ہیں۔

ریپبلک: سلطنت جمہوری جس میں تمام رعایا

کو وضع قوانین میں مداخلت کا حق ہوتا ہے۔

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر: رجال

سے مراد علم رجال ہے جس میں حدیث کے

راویوں کا حال پوری صحت کے ساتھ لکھا گیا

ہے۔ اور اسانید سے مراد علم حدیث ہے۔

ردا: چادر

رسیا: شوقین

رصد: پہاڑ یا نہایت بلند جگہ پر ایک عمارت

حک الشی: یعمے و یصم۔

ڈروا ایسے چپ چاپ یغمائیوں سے: الخ

یغما لوٹ اور یغمائی شیرا۔ کابل اور نئے آدمی

اگرچہ بظاہر ملک کو نہیں لوٹتے مگر چونکہ ان کا اثر

سوسائٹی پر برا پڑتا ہے اس لیے ان کو چپ چاپ

یغمائی کہا وہ چپکے چپکے ملک کو لوٹ رہے ہیں۔

ڈھوز: بہائم چوپائے۔

ذ

ذمی: غیر مسلم لوگ جو مسلمانوں کی امان میں

رہیں۔

ذرا پھر کے پیچھے وہ جب دیکھتے ہیں: یعنی

جب زمانہ گزشتہ میں اپنے بزرگوں کی حالت پر

نظر ڈالتے ہیں۔

رازی: رے کا باشندہ۔ رے عراق عجم کا قدیمی

شہر ہے۔ یہاں رازی سے مراد امام فخر الدین

رازی ہے جس کی ولادت ۵۴۳ھ میں ہوئی تھی۔

یہ بڑا جلیل القدر مسلمان عالم گزرا ہے

اس کی تصانیف مختلف علوم و فنون اور مذہب میں

پچاس کے قریب گنی گنی ہیں جن میں سے قرآن



مراد اسلام کی برکت ہے۔

رہبان و احبار: رہبان جمع راہب عیسائیوں کے درویش احبار جمع حبر یہود کے علماء۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی: آبی سے جزیروں اور بندرگاہوں کے باشندے مراد ہیں اور خاکی سے اندرونی خشکی کے باشندے مراد ہیں۔

رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت: یعنی جب نبی کی تعلیم سے خدا نے بندوں کو دین حق سے مطلع کر دیا اور کسی کو یہ کہنے کا منصب نہ رہا کہ ہم پر خدا نے نبی نہ بھیجا۔

رہیگی نئی پود پامال کب تک: نئی پود نسل اولاد یعنی کب تک اولاد کو اپنے تعصبات سے زمانہ کے لائق نہ بننے دو گے۔

ریشہ دوانی: درخت کی جڑوں کا زمین میں دور تک پھیل جانا مجاز اولوں میں اثر پہنچانا۔

ز

زابلی: قدیم زمانہ میں زابل کے نام سے وہ ملک مشہور تھا۔ جس کے مشرق میں کابل۔ مغرب میں سیستان۔ جنوب میں سندھ اور شمال میں کوہستان ہزارہ ہے۔ قد ہاروغز نین۔ میمند

بناتے ہیں جس میں بیٹھ کر ستارہ شناس اوضاع و حالات کو اکب کو دیکھتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں اس کو رصد کہتے ہیں۔

رعونت: اردو میں بمعنی تکبر اور غرور۔

رکھوال: نکاہبان۔ پاسبان۔

رمق: بقیہ جان مجاز اقدر قلیل۔

رمننا: سیرگاہ۔ گزرگاہ۔

روایت: حدیث کو نقل یا بیان کرنا۔

رو دینا: عاجز ہونا۔ جیسے جہاں جا کے دیتا ہے رواہر نیساں۔

روحانی: جو لوگ مذہب کو صرف روحانی باتوں میں حصر کرتے ہیں جیسے عیسائی۔

روکھ: درخت

روم: یاروما۔ قدیم رومیوں کا دارالسلطنت جو اب اٹلی میں واقع ہے یہ شہر دریائے نائبر کے کنارے پر بحیرہ روم سے ۱۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے رومیوں کے شہنشاہی عہد میں یہی شہر دارالسلطنت تھا۔ جہاز کو روما کے ساتھ اور چراغ کو آتش پرستوں یعنی قدمائے اہل فارس کے ساتھ جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا: ہما کے سایہ سے

سبق پھر شریعت کا: اربع شریعت سے مراد  
اعمال ظاہری اور حقیقت سے مراد اعمال باطنی۔

سراب: صحرا کی ریت جو دھوپ میں ذروں کی  
چمک کے سبب دور سے مسافروں کو بچتے ہوئے  
پانی کی شکل میں دکھائی دے۔

سربر ہونا: عہدہ برآ ہونا۔

سرتکونین: پیدائش کا بھید۔

سکندر کو دارا پہ ہے تو چڑھائی: یعنی سکندر جو  
دارا کے مقابلہ میں بہت کم طاقت تھا اس کو کو دارا  
جیسے زبردست بادشاہ پر چڑھائی کرنے کا حوصلہ  
اسی امید کے سہارے پر ہوا تھا۔

سکھائی انہیں نوع انساں پہ شفقت: اس

بند میں حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے۔

احسن الی جارک تکن مو منا واحب

للناس ماتحب لنفسک تکن مسلما اس

کے اگلے بند میں ان دونوں حدیثوں کا ترجمہ

ہے لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی

السماء۔

سلرنو: اٹلی کا مشہور شہر ہے وہاں مسلمانوں کا

ایک نامی مدرسہ تھا۔ جس میں طب کی علمی و عملی

تعلیم ہوتی تھی اور یورپ کے اکثر لوگ طب

اور فراہ وغیرہ اس کے مشہور شہرتے۔ کیانیوں کے  
زمانہ میں یہ ملک رستم کے خاندان کی حکومت میں  
تھا وہاں کے باشندوں کو زابلی اور زابلستانی کہتے  
ہیں۔

زورق: چھوٹی کشتی۔

## س

ساتوں سمندر: اس لفظ سے بروئے محاورہ کل  
سمندر مراد لیے جاتے ہیں اس کا ماخذ سبجہ بحر کا  
لفظ ہے جو قرآن میں آیا ہے اور وہاں اس سے وہ  
ساتوں سمندر مراد ہیں جو عرب کے ارد گرد دور یا  
نزدیک واقع ہیں جیسے بحیرہ روم، بحیرہ قلزم، بحر  
عرب، بحر ہند، بحر عمان، بحر فارس، بحر اسود۔

ساسانی: ساسان پسر بہمن بن اسفندیار کی

اولاد میں جو بادشاہ ہوئے ہیں وہ ساسانی

کہلاتے ہیں۔

سام: رستم کے دادا کا نام ہے۔

سبب و علامت: طب کی اصطلاح میں سبب

وہ چیز ہے جس سے مرض پیدا ہو اور علامت وہ

جس سے مرض پہچانا جائے۔

سپوت: لائق اور قابل بیٹا طعننا نالایق بیٹے کو

بھی کہتے ہیں۔

سمندر کی آئی نہ تھی موج واں تک: سمندر  
سے مراد علم ہے یعنی اس وقت تک علم کا قدم وہاں  
نہیں آیا تھا۔

سمور: لومڑی کی کھال کی پوستین۔

سنجار: یہ دجلہ فرات کے مابین دیار ربیعہ میں  
ایک شہر ہے۔ یہاں ایک بڑا کف دست میدان  
ہے جس کو عرب بر یہ کہتے ہیں ایک بار اس میدان  
میں اور دوسری بار کوفہ کے میدان میں مامون کے  
حکم سے مہندس جمع ہوئے تھے اور کرہ ارض کے  
ایک درجہ دائرہ عظیمہ کی پیمائش کی اور محیط کو  
چوبیس ہزار میل مشخص کیا۔ اور موسیٰ کے چاروں  
بیٹے ابو جعفر محمد احمد اور حسین جن کی کتاب حیل بنی  
موسیٰ مشہور ہے اس کام پر پہنچے گئے تھے۔

سنگلاخ: پتھر ملی زمین سخت زمین۔

سیاست: انتظام ملک۔

سیانی: بہ یائے مخلوط بروزن گیانی صفت موٹ  
ہوشیار سمجھدار۔

سیلون: جزیرہ لنکا۔

ش

شاذ: نادر قلیل الوجود۔

شامات: ملک شام کو اس کے مختلف حصوں کے  
لحاظ سے شامات بھی کہتے ہیں۔ جیسے گیلانات اور  
شروانات گیلان اور شروان کو کہتے ہیں۔

سکینے کو یہاں آتے تھے۔

سلسبیل: جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔

سلیمان نے حق سے جس کی تمنا: اس میں  
حضرت سلیمان کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے  
جس کے الفاظ قرآن یہ ہیں وہب لی ملکالا  
ینبغی لاحد من بعدی۔

سمجھتے ہیں گمراہ جن کو مسلمان: اس بند میں  
مسلمانوں کو غیرت دلائی گئی ہے کہ جن قوموں کو  
وہ مذہب کی رو سے گمراہ اور اہل باطل سمجھتے ہیں  
ان کے ہاں ہمدردی انسان اور خیر خواہی قوم و  
ملک جو کہ اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے ایسی اور ایسی ہے۔

سمرقند سے اندلس تک: الخ سمرقند اور  
اندلس کی رصدگاہوں کے کھنڈراب تک موجود  
ہیں۔ مراغہ آذربائیجان میں مردان بن محمد کا آباد  
کیا ہوا شہر ہے اس شہر کے باہر ایک بلندی پر ہلاکو  
خان نے اپنے عہد میں محقق طوسی وغیرہ سے ایک  
رصدگاہ بنوائی تھی۔ قاسیوں دمشق کے شمال میں  
ایک پہاڑ ہے۔ کہتے ہیں کہ قابیل نے ہابیل کو  
یہیں قتل کیا تھا۔ مامون رشید نے ۲۱۵ھ میں  
قاسیوں اور بغداد میں خالد بن عبد الملک وغیرہ  
سے رصدگاہیں بنوانی شروع کی تھیں۔ ۲۱۸ھ  
میں جب وہ مر گیا تو وہ رصدگاہیں ناتمام چھوڑ دی  
گئیں۔ پھر شرف الدولہ دیلمی نے دوبارہ بغداد  
میں ویجن بن دستم کو ہی وغیرہ سے رصدگاہ بنوائی۔

ولادت کے وقت زہرہ مشتری ایک برج میں ہوں یہ بڑی اقبال مندی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ مجازاً ہر اقبال مند اور کامران بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔

صائم: روزہ دار۔

صدیق: نہایت سچا۔

صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی: چونکہ مسلمانوں کے علوم اور کمالات وغیرہ کو بزم سے تشبیہ دی گئی ہے اس لیے اس کے طوازم کو سامان مجلس یعنی صراحی و طنبور وغیرہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

صفا: صفا اور مروہ مکہ میں دو پہاڑیاں ہیں جن کے بیچ میں سات بار پے در پے دوڑنے کا حکم ہے جب حضرت سارہ کے کہنے سے حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو ایک بے آب و دانہ میدان میں چھوڑ دیا اور وہ ان سے جدا ہو کر صفا اور مروہ پہاڑیوں میں پہنچے تو اضطراب کی حالت میں ان پہاڑیوں کے درمیان کبھی تیزی سے آگے بڑھتے تھے اور کبھی پیچھے ہٹ آتے تھے۔ اس امر کی یادگار میں مسلمانوں کو ایام حج میں ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

شش جہت: دائیں بائیں آگے پیچھے۔ اوپر نیچے یہ چھ سمتیں ہوں۔ اس سے اکثر تمام دنیا مراد لیتے ہیں۔

شفا: بوعلی سینا کی کتاب کا نام ہے جو تمام فنون حکمت کی جامع ہے اور اس کی ۱۸ جلدیں ہیں۔ شامت: جس طرح کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر جلنے کو حسد اسی طرح برے حال میں دیکھ کر خوش ہونے کو شامت کہتے ہیں۔

شوب: دھوب۔ کپڑے کا ایک بار دھلانا۔

شوشہ: ریزہ۔ حرف کا سرا۔ سندس میں اس لفظ سے انجیل کی اس عبارت کی طرف اشارہ ہے جس میں عیسیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹلس گے تو ریت کا ایک لفظ ایک شوشہ نہ ٹلے گا۔ یعنی حکماء یونان کی کتابوں کو مسلمان بھی گویا ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے توریت کی نسبت فرمایا ہے۔

شیر مادر: مباح و حلال۔

شیواہیانی: فصاحت و بلاغت۔

ص

صاحبقرانی: صاحبقران وہ بادشاہ جس کی

نشین ہوا۔

طفیلی: وہ شخص جو مہمان کے ساتھ بن بلائے۔  
دعوت میں چلا جائے مجازاً وہ لوگ جن کے کام  
اوروں کے طفیل چلتے ہوں۔

طلسم و روع ہر مقدس کا توڑا: یعنی محدثین  
اسلام نے زاویوں کے حالات کی تنقیح آزادی  
اور انصاف سے کی۔ مقدس لوگ جن کے عیوب  
بشری پرہیزگاری کے پردہ میں چھپے ہوئے تھے  
ان کو ظاہر کر دیا تاکہ طالبان حدیث دھوکا نہ  
کھائیں۔

طوسی: سوط مشہد مقدس کا قدیم نام ہے اور یہاں  
طوسی سے مراد خواجہ نصیر الدین محقق طوسی جو  
ساتویں صدی ہجری کا اسلامی حکیم اور ہلاک خواں کا  
مشیر خاص تھا۔ اس کی تصانیف اکثر علوم و فنون  
میں ابونصر اور بوعلی کی تصنیفات کے بعد سمجھی جاتی  
ہیں۔

ع

عاری: اردو میں بمعنی عاجز اور قاصر استعمال ہوتا  
ہے۔

عاریت: مستعار مانگنے کی چیز۔

عبا: کبیل

صوت: آواز۔

صور: بحر شام کے کنارہ پر شام کا ایک نہایت  
قدیم شہر ہے کہتے ہیں کہ یونان کے اکثر حکما اسی  
شہر کے تھے۔ مسلمانوں نے یہ اور عکا ۶۶۰ھ میں  
فتح کیا تھا اور اب مدت سے دیران ہے۔

صیدا: دمشق سے ۶۶ میل بحر شام کے کنارے  
پر ایک مضبوط اور مستحکم شہر تھا جس میں متعدد قلعے  
تھے۔

ض

ضحاک: قدیم ایران کا ایک مشہور ظالم اور  
زبردست بادشاہ ہے جو جمشید کے بعد فرمانروا ہوا  
اور جس کو فریدون نے باوجود بے سرو سامانی کے  
کاوہ آہنگر کی حمایت سے مغلوب اور ہلاک کیا  
اور خود اس کی جگہ فرمانروا ہوا۔

ط

طبق: اس سے روئے زمین یا نصف کرہ زمین  
جس کو انگریزی میں ہیمنیسفر کہتے ہیں مراد لی ہے۔

طبقہ: ہم عصر لوگ۔

طغرل: سلجوقیوں کے سلسلہ کا پہلا بادشاہ الپ  
ارملاں کا چچا اور بلجوق کا پوتا جو ۴۴۵ھ میں تخت



الدنيا حلالا استعفاً عن المسئلة ومسياً  
 على اهلہ وتعطفاً على جاره لقي الله  
 تعالى يوم القيمة ووجهه مثل القمر ليلة  
 البدر یعنی جو شخص جائز ذریعہ سے روپیہ اس غرض  
 سے کمائے کہ بھیک مانگنے سے بچے اور بال بچوں  
 کے لیے کوشش کرے اور اپنے ہمسایوں پر مہربانی  
 کرے ایسا شخص قیامت کے دن خدا سے ملے گا  
 اور اس کا چہرہ مثل چودھویں رات کے چاند کے  
 روشن ہوگا۔

غز لخنو ان: چونکہ عرب پرستان کا اطلاق کیا گیا  
 ہے۔ اس لیے استعارہ کے طور پر عاشقوں کو بلبل  
 غز لخنو ان کہا گیا ہے۔

یورپ کے مورخین مثلاً ایڈورڈ گین، ہنری  
 لوئس ڈاکٹر ہیلی، سڈیو فرانسسیسی۔ سکندر۔ ہمیلٹ  
 وغیرہ وغیرہ اس بات کے معترف ہیں کہ ہمارے  
 فضل و کمال کا سرچشمہ عرب تھا۔  
 غسال: مردہ کو غسل دینے والا۔

غش: اردو میں بمعنی فریفتہ و مفتون استعمال ہوتا  
 ہے۔

غنیمت: لوٹ کا مال۔

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے: اس  
 میں حدیث کا ترجمہ ہے۔ اغتنم خمیہا قبل

عباسی: رسول خدا کے چچا عباس کی اولاد جن کی  
 خلافت بغداد میں عرصہ دراز تک رہی۔

عبرت: کسی کے حال کو دیکھ کر نصیحت حاصل  
 کرنی۔

عترت: اولاد

عجم: عرب اپنے سوا اور تمام ممالک کو عجم کہتے  
 ہیں۔

عراق عرب: جو ملک دجلہ کے دونوں طرف  
 خلیج فارس تک چلا گیا ہے اور جس میں عباسیوں کا  
 دار الخلافہ یعنی بغداد واقع ہے۔

عراقین: دونوں عراق یعنی عراق عرب اور  
 عراق عجم جو کہ ایران کا پہاڑی حصہ ہے اور جس کو  
 بلاد الجبل کہتے ہیں۔

علم نبی: علم حدیث۔

عمان: بحر عمان عرب اور بلوچستان کے درمیان  
 ہے۔

عنوان: انداز۔ طریقہ۔

غ

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی: الخ اس  
 میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے من طلب



فضائل: نیک اور پسندیدہ خصالتیں۔ کمالات۔

فطرت: اصل خلقت

فلاح: بیج بونے اور درخت لگانے کی

صنعت فلاح ماہر علم فلاح کو کہتے ہیں۔

فلاطون: ایتھنز پایہ تخت یونان کا رہنے والا

سقراط کا شاگرد مشہور حکیم ہے ۸۱ برس کی عمر میں

حضرت عیسیٰ سے ۳۴۸ برس پہلے فوت ہوا۔

فریدوں: دیکھو (ضحاک)

فلاکت: افلاس، تنگدستی۔

## ق

قالب: جسم، محل روح، اردو میں بکسر لام ہے۔

قبیلہ کج: یعنی قبیلہ باطل۔

قبیلے قبیلے کا اک بت جدا تھا: انجیل۔

صفا۔ عزے نائلہ لات منات اساف وغیرہ

وغیرہ بہت سے بت تھے اور ہر ایک بت کسی

خاص قبیلے سے مخصوص تھا۔ مہر انور سے مراد جلو،

حق ہے فاران سے مراد مکہ کا پہاڑ ہے۔ اس بند

کے اخیر شعر میں اس بشارت کی طرف اشارہ ہے

جو بعثت آنحضرت کی بابت توریت اور حقوق نبی

کی کتاب میں مسطور ہے توریت میں اس کے

خمس شبابک قبل ہرمک

وصحتک قبل سقمک وغناک قبل

فقرك و فراغک قبل شغلک

و حیوتک قبل موتک۔

## ف

فاران: دیکھو (قبیلے قبیلے کا بت)

فاش کرنا: ظاہر کرنا۔

فتاویٰ: فقہ کی مبسوط کتاب جس میں ہر قسم کی

جزئیات فقہ بلا دلیل بیان کی گئی ہوں۔

فتوح: اردو میں اس منفع کو کہتے ہیں جو بلا

محنت حاصل ہو۔

فدائی: فدا اور قربانی ہونے والا۔

فرع و اصل: فرع وہ دینی مسئلہ جو عمل سے

متعلق ہو اور اصل وہ جو اعتقاد سے تعلق رکھتا ہو۔

فصاحت کے دفتر تھے سب گاؤ خوردہ:

انجیل یورپ کے مصنف کہتے ہیں کہ عرب کے علم

ادب نے روم اور یونان کے ادب میں از سر نو

جان ڈالی تھی۔ اورینٹل رینسلیشن کمیٹی کی پہلی

تجویز میں اس بات کا اقرار کیا گیا تھا کہ فن اور

ادب اور قصص و حکایات میں اب تک کوئی عرب

سے بڑھ کر نہیں ہوا۔

اور سچائی کا یقین ہو۔

کان دھر کر سننا: غور سے سننا۔

کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا: آوا

کہہاروں کی بجٹی کو کہتے ہیں جس میں وہ برتن

پکاتے ہیں۔ آوا بگڑنا تمام برتنوں کا بگڑنا، مجازاً

تمام خاندان یا تمام قوم کا بگڑ جانا۔ آوے کا آوا

یعنی تمام آوا جیسے گھر کا گھر یعنی تمام گھر۔

کتاب ہدی: قرآن شریعت اسلامیہ۔

کٹھن: مشکل۔ اکثر سخت منزل اور رہتے کو

کہتے ہیں۔

کہ حب الوطن ہے نشاں مومنین کا: اس

میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے حسب

الوطن من الایمان

کہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو: اس

میں ذیل کی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

الحکمة ضالۃ المؤمن حیث وجدھا

فہو احق بہا۔

کد: اردو میں بمعنی ہٹ کرنے اور اصرار کے

استعمال ہوتا ہے۔

کرتی: سپاہ گری کے فن میں مشاق و ماہر۔

کرشمہ: اردو میں کوئی تعجب انگیز بات، مجازاً جلوہ

ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”خدا سینا سے نکلا اور

ساعیر سے چکا اور فاران سے ظاہر ہوا۔“ کوہ سینا

کو موکی سے اور کوہ ساعیر کو عیسیٰ سے اور کوہ فاران

کو آنحضرت صلعم سے نسبت دی ہے۔

قریہ: بستی۔ قصبہ۔ گاؤں۔

قسیس: عیسائیوں کے علماء دین۔

قلتین: اردو کے محاورہ میں نہایت مستعمل اور

مشتبہ اور مکروہ پانی یا اس کے ظرف یا حوض کو کہتے

ہیں یہ محاورہ متعصب حنفیوں کا تراشا ہوا ہے کیوں

کہ شافعیوں کے ہاں قلتیں وہی حکم رکھتا ہے۔ جو

حنفیوں کے ہاں وہ درود حوض۔ مگر حنفی اس کو نجس

سمجھتے ہیں۔

قلزم: جو سمندر عرب اور افریقہ کے بیچ میں واقع

ہے۔

## ک

کائنات: اردو کے محاورہ میں سرمایہ پونجی کو کہتے

ہیں۔

کائی: سبزی جو پانی کی نمی سے چونے والی

دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے۔

کہ اسلام پر جن سے قائم ہو برہاں: الخ

یعنی جن کے چال چلن دیکھ کر اسلام کی حقیقت

ہے۔

کنگلا محتاج۔

کنول جس سے کھل جائیں دل کے  
سراسر: یعنی عرب میں سبزہ باغ اور آب جاری  
وغیرہ میں سے کوئی ایسی چیز نہ تھی۔ جس سے  
قوائے انسانی میں شگفتگی پیدا ہو۔

کنونڈا: شرمندہ احسان۔

کوفہ: عراق کا مشہور شہر۔

کوہ آدم: لنکا میں جو سلسلہ پہاڑوں کا ہے اس  
میں سب سے اونچی چوٹی قلعہ آدم یا کوہ آدم ہے۔  
کوہ بیضا: یہ پہاڑ اندلس میں ہے اس کا قدیم  
نام سٹرا ہے۔ چونکہ اس کی چوٹی اکثر برف سے  
سفید رہتی ہے اس لیے عرب اس کو قلعہ بیضا کہتے  
ہیں۔ اسپین والے اس کو سٹرا البیڈا کہتے ہیں۔

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے:  
قرطبہ یعنی (کارڈوا) اندلس میں بہت بڑا اور  
نامی شہر ہے جس کی تفصیل پتھر کی اور جس میں سولہ  
سو مسجدیں اور نو سو حمام اور پچاس شانخانے اور  
اسی عام مدرسے خلفاء امویہ کے عہد میں تھے۔  
ناصر اموی نے اس کے غرب میں ایک شہر  
بالائے کوہ آباد کیا تھا جس کا نام زہرا اور جس کا  
ذکر سید یحییٰ قرطبی نے اپنے مرثیہ اندلس میں کیا

یا شعبدہ۔

کرو ختم بندوں پہ مالک کی حجت: یعنی  
شریعت اسلام کو دنیا میں اس قدر پھیلاؤ کہ پھر کسی  
کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ خدا کا پیغام ہم کو نہیں  
پہنچا۔

کڑھنا: رنج کرنا۔

کسی کو اتارا کسی کو چڑھایا: اتارنا رتبے  
سے گرانا۔ اور چڑھانا حد سے زیادہ بڑھا دینا۔  
یعنی جیسا موقع ہوتا ہے ویسی ہی باتیں کر کے  
لوگوں کو دام میں لاتے ہیں۔

کشف: کشف دل کی صفائی سے غیب کا حال  
معلوم ہونا۔

کرامت: اولیا سے خرق عادت ظاہر ہونا۔

کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں: یہ قاعدہ  
ہے کہ جب کسی کے واقعی عیب بیان کئے جاتے  
ہیں تو وہ بہ نسبت اتہام کے زیادہ برا مانتا ہے اس  
شعر کا یہی مطلب ہے کہ ہم نصیحت کو ایسا برامانتے  
ہیں کہ گویا ہمیں اپنے عیبوں کا علم ہے لیکن جب  
کبھی ازراہ نصیحت ہمارے عیب ظاہر کئے جاتے  
ہیں تو ہم کو ناگوار ہوتا ہے۔

کلبلانا: سوتے میں کسی قدر جنبش کرنی۔

کمیرا: مزدور جو باغبان کے ماتحت کام کرتا

کھٹکا: اندیشہ خطرہ۔

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک: ارج اس  
شعر میں آیت ذیل کا ترجمہ ہے۔ ان اللہ لا  
یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔

کھنڈر: نہایت بوسیدہ مکان ٹوٹے پھوٹے  
مکانوں کے نشان۔

کھوٹ: چاندی سونے میں کسی کم قیمت  
دھات کی ملاوٹ۔

کھونٹ: سمت جانب۔

کہیں آگ بجتی تھی واں بے محابا: ارج

عرب میں زمانہ جاہلیت میں مختلف مذہب کے  
لوگ تھے۔ صائبین کا فرقہ آگ اور ستاروں کی  
تعظیم کرتا تھا۔ عیسائی بتلیٹ کے قائل تھے اور  
قریش بتوں کو پوجتے تھے۔

مذہب عیسائیوں کے ذرویش تھے جو دنیا  
کی لذتیں ترک کر دیتے تھے کاہن غیب کی خبریں  
دیتے تھے۔

کھیوا: کشتی کھینچنے والا بیڑا چلانے والا

کیا چاند نے کھیت غار حرا سے: چاند نے  
کھیت کیا یعنی طلوع کیا۔ کوہ حرامکہ معظمہ سے تین  
میل ہے اس میں ایک غار سے جہاں آنحضرت  
بعثت سے پہلے جا کر ذکر و فکر کیا کرتے تھے اسی

ہے۔

کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت:  
اس میں حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے۔ یتبع  
المیت لثلة فیرجع اثنان ویقی معہ  
واحد. یتبعہ اہلہ وما لہ وعملہ فیرجع  
اہلہ وما لہ ویقی عملہ۔

کہانت: جن اوز شیاطین کے ذریعہ سے لوگوں  
کو غیب کی خبریں دینی یا جانوروں کی آواز سے  
شگون لینا جاہلیت میں اور ابتدائے اسلام میں  
کاہن لوگ عرب میں بہت تھے مگر اسلام نے ان  
کو کالعدم کر دیا۔

کہاں ہیں وہ اہرام مصری کے بانی:  
اہرام مصری مصر کے مثلث نما چوپہل مینار ہیں جو  
دریائے نیل سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع  
ہیں ان میں سے ایک مینار دنیا کے سات عجائبات  
میں شمار ہوتا ہے ان سے کوئی عمارت ہی دنیا میں  
زیادہ قدیم ہوگی۔ گردان زابلستانی سے مراد رستم  
کا خاندان ہے۔ پشدادی ایران کے گیارہ  
بادشاہ جو ہوشنگ کی اولاد میں سے ہوئے ہیں۔  
کیانی بادشاہوں سے کیاؤس کخیمر و۔ کیقباد اور  
کے لہر اسپ مراد ہیں۔

کھتا: زمین دوز کوٹھا جس میں اناج بھرا جاتا  
ہے۔

ہیں۔

گن: ہنر جوہر

گنوانا: ضائع اور برباد کرنا۔

گھاٹ: دریا کے کنارہ پر وہ مقام جہاں سے مسافر ناؤ میں سوار ہوتے ہیں یا دریا میں اترتے ہیں۔

گھائل: زخمی۔

گھٹی: ایک معمولی جو شانندہ جو شیر خوار بچوں کو پلایا جاتا ہے کسی چیز کے گھٹی میں پرٹ جانے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ اس کی عادت ہے۔

گھرنا: محصور ہونا۔

گہنا نا: چاند اور سورج کا خسوف اور کسوف میں آنا۔

گیان گن: علم والے۔

گیانی: علم والے۔

گنیں بھول آگے کی بھیڑیں جو بیٹا: بھیڑوں کا قاعدہ ہے کہ سب سے اگلی بھیڑ جس رستے پر لگ جاتی ہے اس کے پیچھے سب ہو جاتی ہیں۔ اگلے لوگوں کی اندھا دھند پیروی کرنے والوں کی بھی یہی صورت ہے۔

گنیں بھول صحرا کی جن کو فضا میں: بھول

غار کو غار حرا کہتے ہیں سب سے پہلے وحی آئی اسی غار میں نازل ہوئی تھی۔

کئی: منسوب بہ کے۔ کے فارس میں شہنشاہ کو کہتے ہیں اور ملوک عجم کے دوسرے طبقے کے چاروں بادشاہ کے کہلاتے ہیں جس کی جمع کیاں اور یائے نسبت کے ساتھ کیانی ہے۔ پس کئی وہ چیز جو کیانیوں کی طرف منسوب ہو جیسے تاج کئی اور شان کئی۔

کھیل بگڑنا: بنے ہوئے کلام کا بگڑ جانا۔

## گ

گپ: جو بات بے سرو پا اور بے اصل۔

گت: حالت۔ اکثر اس کا اطلاق بری حالت پر ہوتا ہے۔

گدلانا: پانی کا مکدر ہونا۔

گر: اصول قاعدہ۔

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا: اس گروہ سے مراد محدثین اسلام ہیں۔ اور علم نبی علم حدیث ہے۔

گل و لالہ رہتے ہیں صحبت میں ان کی: گل و لالہ سے مراد طوائف اور ارباب نشاط



جانا دو معنوں میں آتا ہے۔ ایک فراموش کرنا  
جیسے۔ مصرعہ

لوا: جھنڈا۔

لوانا: عاشق ہونا۔

لہلہانا: ہر کھیتی یا درخت کا ہوا سے ہلنا۔

لہنا: فائدہ۔ تمتع۔

لے بڑھانا: ترقی دینا۔

لے کھلنا: چھپی بات کا معلوم ہو جانا۔

گئیں بھول آگے کی بھٹریں جو بیٹا۔ دوسرے  
فراموش ہو جانا۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد  
ہیں یعنی جن کو صحرا کی ہوائیں بھول گئیں۔

## ل

لاگ: کسی طرح کا تعلق، محبت کا ہو یا عداوت  
کا۔

لبرٹی: انگریزی لفظ ہے بمعنی آزادی۔

لبرل: آزاد

لبیک: یہ کلمہ حاجی لوگ عرفات میں بار بار کہتے  
ہیں اس کے معنی ہیں کہ میں حاضر ہوں اس سے  
مراد اطاعت اور انقیاد کا اظہار ہے۔

لبیں: مونچھوں کے بال جو ہونٹوں پر سے کتر  
دیئے جاتے ہیں۔

لپٹ: آگ کا شعلہ یا خوشبو جو ہوا کے زور سے  
دور تک پہنچے۔

لچپن: شہد پن

لگن: آگ کا تعلق

ماسوا: صوفیہ کی اصطلاح میں ذات باری تعالیٰ

کے سوا جو کچھ ہے اس کو ماسوا کہتے ہیں اور مسدس

میں طنزاً سوائے معشوق مجازی سے مراد لی گئی  
ہے۔

ماسن: امن کی جگہ۔ ٹھکانا۔

ماس چائی بہن: سگی بہن۔

ماوی: ٹھکانا۔

ماورائے شریعت: یعنی شریعت سے پرے

جیسے کہ جاہل صوفی سمجھتے ہیں کہ طریقت شریعت  
سے جدا ہے۔

مبتذل: ذلیل۔ بے قدر۔

مبرا: پاک

لکارنا: رعب ناک آواز سے پکارنا۔



ہے۔

مستاح: پیمائش کرنے والا۔ مساحت کرنے والے۔

مسخ: اعلیٰ سے ادنیٰ صورت میں آجانا۔

مس خام: کان سے نکلا ہوا تانبہ جو ابھی صاف نہ کیا گیا ہو۔

مشائخ: دین کے اکابر اور بزرگ لوگ۔

مصر کی روشنی: مصر کے علوم و فنون اس ملک کی ترقی ہند اور فارس اور تمام دنیا سے متقدم مانی گئی ہے چنانچہ یونان بھی مصر ہی کے پر تو سے روشن ہوا تھا۔

مصلى: نمازی۔

مضممر: پوشیدہ۔

مغیلاان: بول۔ ہندی ٹیکر۔

مفتری: جھوٹی حدیثیں بنانے والا۔

مفلوک: مفلس۔ فایاکت ز۔

مقبل: اقبامند۔

مکتوم: پوشیدہ

مکینکس: کلوں کا علم۔ انگریزی کی مذمت۔

مکراک: جہاں سے غزواتوں سے بھاگتا

مبعوث ہونا: نبی کا بھیجا جانا۔

متین: مضبوط۔

مثالب: برائیاں۔

مجسطی: حکیم بظلموں کی کتاب ریاضی میں ہے جس کو محقق طوسی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

مد و جزر: اوتار چڑھاؤ۔ جو ابھاتا۔ اس کتاب کا نام مد و جزر اسلام اس سبب سے ہے کہ اسلام کی ترقی و تنزل کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

مدار: یہ لفظ محاورہ میں اکثر ظاہر داری کی تو اضع پر بولا جاتا ہے۔

مد: نوکری کا صیغہ۔

مدبر: اوبار والا۔ بدبخت۔

مدعی: اکثر جھوٹا دعویٰ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ۔

باطل است انچہ مدعی گوید (مکستان)

مرادومرید: صوفیہ کی اصطلاح میں مراد وہ شخص ہے جس نے جاذبہ الہی کے بعد درویشی اور سلوک اختیار کیا ہو۔ اور مرید وہ جو سلوک کے بعد جذب کے مرتبہ کو پہنچا ہو۔

مرقد: قبر۔

مزمکن: پرانا۔ اکثر امراض ہی پر اطلاق ہوتا

وقت مقرر تک منزل پر نہ پہنچ سکیں۔ مجازاً منزل پر نہ پہنچ سکتا۔

منوا کے چھوڑنا: یعنی اپنی بات منائے بغیر نہ چھوڑنا۔

منوالی: مولیٰ کی جمع۔ دوست

مورخ ہیں جو آج تحقیق والے: مراد یورپ کے مورخ میں۔

موقر: صاحب توقیر۔ صاحب عزت۔

منہ خام ہونا: منہ بند ہونا۔

موشی: ڈھورڈنگر جیسے گائے بھینس وغیرہ۔

مہتر: خاکروب۔

میاں مٹھو بنانا: میاں مٹھو طوطے کو کہتے ہیں

میاں مٹھو بنانے سے ایسا پڑھانا مراد ہے جیسے

طوطے کو پڑھاتے ہیں جو صرف الفاظ یاد کر لیتا

ہے مگر سمجھتا بالکل نہیں۔

میت: یہ لفظ اصل میں میت بکسر یا ہے مگر

اردو میں میت بولتے ہیں۔ یعنی یا کی زبر کے ساتھ۔

## ن

ناثر: نثر لکھنے والا۔

نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو: ترازو کا وضع

غزلخواں سے مراد مدح خوان ہے۔ چونکہ عرب کو

اس سے پہلے مصرع میں بوستان کہا گیا ہے اور

باغ کے پھولوں پر بلبل کے چہانے کو غزلخواںی

کہتے ہیں اس لیے عرب کی تعریف کرنے والوں

کو غزلخواں کہا گیا ہے۔

مگر خواب میں دیکھ لیتے ہیں سب کچھ:

یعنی بڑوں کی بڑائی کے تصور سے خوش ہونا بھی

ایسا ہی ہے جیسے کوئی محبوب چیز خواب میں دیکھ کر

تھوڑی دیر کے لیے خوشی ہوتی ہے۔

ملاہی: لہو و لعب، کھیل کود۔

ملایا: جزیرہ نمائے ہند چین کا جنوبی حصہ ہے۔

مکت: قدیم عربی میں صرف مذہب کو کہتے تھے

مگر اب قوم کو بھی کہتے ہیں اور ہندی زبان میں

ملاپ کو ملت کہتے ہیں۔

مجا: جائے پناہ۔

مناظر: بحث اور مناظرہ کرنے والا۔

مناقب: خوبیاں۔

منڈلانا: گرد پھرنا۔ جیسے چیل قصاب کی

دوکان پر منڈلاتی ہے۔

منزلت: مرتبہ۔

منزل کھوئی ہوئی: رستے میں اتنی دیر لگنی کہ

نچلا: خاموش۔ بے جنبش و حرکت۔

نرالا: سب سے الگ، انوکھا، عجیب۔

نسخ و نسیان: نسخ شرع کی اصطلاح میں کسی

پہلے حکم شرعی کو بدل کر اس کی بجائے دوسرا حکم

مقرر کرنا اور نسیان یعنی پہلا حکم بھلا کر دوسرا حکم

بھیجنا۔ یہ دونوں لفظ قرآن کی اس آیت سے

ماخوذ ہیں۔ ما نسخ من اية او نسها۔

نشان: جھڈا، علامت۔

نشے میں چور ہونا: مست اور مدہوش ہونا۔

نصرانی: عیسائی۔

نعم البدل: اچھا بدلہ جو کسی شے کے عوض میں

حاصل ہو۔

نظامیہ نوریہ مستنصریہ: الخ اس بند میں

اگلے زمانہ کے چند مدارس اسلامیہ کا نام لیا گیا

ہے۔ از انجملہ نظامیہ کے نام سے پانچ مدرسے

ہرات، نیشاپور، اصفہان، بصرہ، بغداد میں خولجہ

نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان سلجوقی کے

جوائے ہوئے تھے اور نوریہ نور الدین ارسلان

شاہ صاحب موصل کا موصل میں مستنصریہ خلیفہ

مستنصر باللہ عباسی کا بغداد میں ستیہ یعنی مدرسہ

سب الشام خاتون بنت ایوب خواہر صلاح

الدین کا بنایا ہوا دمشق میں صاحبیہ، وزیر صفی الدین

ہونا اس کا برپا اور قائم ہونا جیسا کہ قرآن میں ہی

ونضع الموازین القسط مقصود یہ ہے کہ اگر

علماء کوشش نہ کرتے اور علم اخلاق اور سلوک

مدون نہ ہوتا تو اچھے اور برے اخلاق کی کچھ تمیز نہ

ہوتی۔

نا سپردہ: وہ راستہ جس پر کوئی نہ چلا ہو۔

ناظم: شاعر۔

ناک بھوں چڑھانا: ناراض ہونا۔

ناکسی: تالافتی

نام خدا: یہ لفظ ماشاء اللہ یا چشم بد دور کی جگہ بولا

جاتا ہے اور بطریق استہزا بری حالت پر بھی اس

کا اطلاق ہوتا ہے

نام کتنا: معزول ہونا۔

نام لیوا: کسی کے مرنے کے بعد اس کو بھلائی

سے یاد کر نیوالے۔

نئی روشنی: زمانہ حال کی شانگلی یا علوم و فنون

جدید۔

نبوت کا سایہ ابھی رہنمائی تھا: نبوت کے

سایہ سے مراد خلافت راشدہ ہے۔

نیٹ: محض

نجابت: شرافت

کا قاہرہ میں رواجیہ رواجہ کے پوتے زکی ابو القاسم بیہ اللہ کا دمشق میں۔ ناصر یہ ملک الناصر صلاح الدین کا قبرس میں جاری تھے اور نفیسیہ عزیز یہ زمینیہ غریہ قاہرہ وغیرہ جن کے بانوں کے نام معلوم نہیں ہیں بیت المقدس۔ موصل۔ بغداد۔ دمشق اور اسکندریہ میں کھلے ہوئے تھے۔  
نفر: اردو میں قلی اور کم درجہ کا آدمی۔

کی طرح جاہلیت میں نہیں رہا۔  
نہیں چلتی تو پون میں تلواران کی: یعنی وہ دلیلیں زمانہ حال کے طریقہ استدلال کے سامنے ایسی ہی بیکار ہیں جیسے کہ توپ کے سامنے تلوار کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔  
نیرنگ گردوں: افسوں و شعبہ گردوں مجاز انقلاب روزگار۔

نکبت: خواری و ذلت۔

نکبت کی زو: نکبت کا صدمہ یا اس کے صدمہ کی پہنچ یا رسائی۔  
نمائش پہ دنیا کی بھولے یہ سب ہیں: کسی پر بھولنا اس کے سب سے دھوکا کھانا یا اس پر مفرور ہونا۔

نیشن: انگریزی میں قوم کو کہتے ہیں۔  
نیم بسکل: فارسی میں تڑپنے والے ذبح کئے ہوئے جانور کو بسکل کہتے ہیں جو نہ بالکل مردہ ہوتا ہے نہ زندہ اردو میں بسکل کو نیم بسکل بھی کہتے ہیں۔  
مسدس میں نیم بسکل سے مجازاً متوسط الحال لوگ مراد ہیں جو نہ امیر ہیں نہ فقیر۔

نہ محنت پہ مائل نہ قدرت کے قائل: یعنی نہ محنت کرتے ہیں اور نہ اس بات کے قائل ہیں کہ کوشش سے خدا تعالیٰ ان کو مقاصد میں کامیاب کر سکتا ہے۔

وتیرہ: شیوہ۔ طریقہ

ودیعت: امانت۔

وقعت: عزت۔ عظمت۔

وقف کرنا: کسی شے کے فوائد کو ہر شخص کیلئے

مباح کر دینا۔

ولا: دوستی۔ محبت۔

نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا: لہو اور پسینا ایک ہو جانے سے نہایت کوشش اور جانفشانی مراد ہے۔

نہیں جہل میں جس کے حصہ کسی کا: یعنی جس کی جہالت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ کوئی اس

عبدالرحمن بن عوف حسب عادت گشت کرنے کے لیے وہاں گئے ان کو رات بھر میں تین بار ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ عمر فاروق ہر دفعہ اس خیمے پر جاتے اور اس کی ماں کو ملامت کرتے تو کیسی بری ماں ہے کہ تیرا بچہ اول رات سے بے چین ہے آخر اس عورت نے کہا اے خدا کے بندے تو نے مجھے ساری رات دق کیا۔ میں اس سے دودھ پینے کی عادت چھواتی ہوں وہ ضد کرتا ہے۔ کہا کیوں؟ کہا عمر دودھ چھٹے بغیر پھینکنا وظیفہ مقرر نہیں کرتا یہ سن کر آپ بہت روئے اور اپنے جی میں کہا کہ خدا جانے مسلمانوں کے کتنے بچے میرے سبب سے ہلاک ہوئے ہوں گے۔

اسی وقت تمام ملک میں منادی کرائی کہ کوئی اپنے بچے کا قبل از وقت دودھ نہ چھڑائے۔ ہر مسلمان کے ہاں بچہ پیدا ہوتے ہی اس کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا جائے گا۔ وہ خرگوش کچھوؤں سے ہمہ زک اٹھاتے: امثال لقمان کی یہ کہانی مشہور ہے کہ کچھوے اور خرگوش نے ایک حد تک دوڑنے کی شرط بدی تھی۔ خرگوش شرط بد کر سورا اور کچھوے برابر چلنے میں سرگرم رہا۔ آخر وہ تو اس حد پر پہنچ گیا اور خرگوش کی اس

وہابی: مسلمانوں کے اس فرقہ سے مراد ہے جو صوفیہ کا طرف مقابل سمجھا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ ہائے مشدود سے ہے مگر عام محاورے میں تخفیف کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی: یہ قدیم عرب کی ایک مشہور لڑائی کی طرف اشارہ ہے جو حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ کسی کا ایک اونٹ کسی کے کھیت میں چلا گیا۔ کھیت والی عورت نے اسے مارا۔ اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی۔ اس بات پر ۲۹۲ء سے ۵۳۳ء تک برابر لڑائی رہی۔ اول یہ لڑائی بنی بکر و بنی تغلب میں ہونی شروع ہوئی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ عرب کے تمام قبیلے اس میں شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے۔

وہ بلدہ کہ فخر بلاد جہاں تھا: اس بلدہ سے مراد بغداد ہے جو ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک عباسیوں کا دار الخلافہ رہا اور آخر کو تازیوں نے اس کو پامال کر کے وہاں اپنی سلطنت قائم کی۔

وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے در در: حضرت عمر کے عہد میں ایک بار کچھ سوداگر آ کر شہر سے باہر اترے رات کو آپ اور



وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا۔  
اس مصرعہ میں قرآن کی آیت ذیل کی طرف  
اشارہ ہے وَمَا ارسلناک الا رحمة  
للعلمین۔

۵

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا: دکان نہ چلنے کے  
سبب بیکار بیٹھنا۔

ہجرت: وطن کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا۔

اچکچا پانا: کسی کام کے کرنے میں پس و پیش یا تردد  
کرنا۔

ہدٰی: ہدایت۔ رہنمائی۔

ہدیان: بیہودہ یا بے سرو پا باتیں۔

ہراک راہ روکا زمانہ ہے ساتھی: یعنی آج  
کل جو شخص منزل ترقی کا راہرو ہوتا ہے خود زمانہ  
اس کا مدد و معاون ہے کیونکہ سلطنت کی طرف  
سے اس کے لیے کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں  
ہے اور رسم و رواج وغیرہ کی مزاحمتیں بھی رفتہ رفتہ  
کم ہوتی جا رہی ہیں۔

ہراک میکدے سے بھرا جا کے ساغر: اناخ  
اس بند میں ہر میکدے میں سے ساغر بھرنے اور

وقت آنکھ کھلی جب وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا: اناخ  
اس گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے جو کہ حضرت سلیمان  
یعنی بیت المقدس سے نو سو پچانوے برس پہلے  
اور مسیح کی ولادت سے دو ہزار برس پہلے تعمیر ہوا  
تھا۔

وہ دین جس نے اعدا کو اخواں بنایا:  
قرآن کی آیت ذیل کی طرف اشارہ ہے۔

کنتم اعداء فالق بین قلوبکم فاصبحتم  
بنعمتہ اخوانا یعنی تم دشمن تھے سو خدا نے  
تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور ہو گئے تم  
اس کے فضل سے بھائی بھائی۔

وہ لقمان و سقراط کے درمکنوں: اناخ لقمان

ایک مشہور حکیم ہے جو مسیح سے تقریباً چھ سو برس  
پہلے یونان میں ہوا ہے لقمان کی امثال یعنی  
کہانیاں مشہور ہیں۔ جن کی نسبت یورپ کے  
مورخ کہتے ہیں کہ انہوں نے وحشیوں کو شائستہ  
ظالموں کو رحمدل اور پسرگشوں کو فرمانبردار بنایا ہے  
کہتے ہیں کہ لقمان پر مقام ذلفی پر بیدینی کا الزام  
لگایا گیا تھا اس لیے پہاڑ پر سے گرا کر مارا گیا۔

سولن یونان کا مشہور مقلن ہے یہ بھی ایتھنز کا  
مشہور باشندہ تھا۔ سقراط ارسطو اور افلاطون کو  
رویف ب اور الف میں دیکھو۔



(۱) اندلس۔ یہ نام اسپین کا مسلمانوں نے رکھا تھا۔ یہاں سات سو برس تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔

(۲) بیت حمر۔ یہ عمارت گرنیڈا میں اب تک مسلمانوں کی یادگار ہے اندلس کے دوسرے خلیفہ کے عہد میں بنی تھی اور اٹھارہویں خلیفہ کے عہد میں مسلمانوں سے چھن گئی دوسرے بند میں وہاں کے مشہور شہروں اور مقامات کے نام ہیں۔ گرنیڈا کو وہاں کے مسلمان غرناطہ کہتے تھے ولنسیہ کو بلنسیہ۔ بدجور کو بطلموس۔ کیڈس کو قادیس۔ سویل کو اشبیلیہ اور کارڈوا کو قرطبہ کہتے تھے۔

ہونہار: وہ لڑکا یا پودا جس میں رشید یا سرسبز ہونے کی علامتیں پائی جاویں۔

## ی

یزدانی: اس سے مراد پارسی لوگ ہیں جو ایک نیر کا اور دوسرا شر کا خالق مانتے ہیں اور پتے یزدان اور دوسرے کو اہرمن کہتے ہیں۔

یغمانی: لئیرا

یکایک جو برق آ کے چمکی عرب کی: عرب کی برق سے مراد ان کی زبان آوری اور فصاحت و بلاغت ہے۔

ہر گھاٹ سے سیراب ہونے اور ہر روشنی پر پروانے کی طرح گرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ ہر موقع سے علم و حکمت حاصل کرتے تھے۔ ٹیپ کے شعر میں اس حدیث کا مضمون درج ہے۔  
الحکمة ضالة المومن فحيث وجدها  
فهو احق بها۔

ہزال بدن: لاغر بدن۔

ہف نظر: چشم بد دور اور ہف نظر دونوں محاورے ایک ہی موقع بولے جاتے ہیں ان کا اصل استعمال خوبیوں کی جگہ کیا جاتا ہے۔ مگر طنزاً برائیوں پر بھی استعمال کرتے ہیں اور یہ زیادہ بلغ ہے جیسے مسدس میں شاعری کی نسبت۔

وہ ہف نظر علم انشا ہمارا

اور بد اخلاق عالموں کی نسبت۔

ستوں چشم بد دور ہیں آپ دیں گے

ہمتا: مانند۔ مثل۔

ہن: ایک سونے کا سکہ دھن میں رائج تھا۔ اور محاورے میں ہن برسنے سے دولت کی کثرت اور افراط مراد ہے لیکن یہاں دولت علم مقصود ہے۔

ہوا اندلس ان سے گلزار یکسر: ان دو بندوں میں چند الفاظ شرح طلب ہیں۔

ذیل کی طرف اشارہ ہے۔ الا ان اللہ  
ملعونہ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما  
والاہ و عالم و معلم۔

یعنی خبردار ہو کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں  
قابل نفرت ہیں۔ بجز ذکر خدا کے یا جو اس سے  
ماتا جلتا ہو اور بجز عالم اور معلم کے۔

یہ ہموار سڑکیں یہ راہیں مصفا: شیر شاہ نے  
ایک سڑک بنوائی تھی جو چار مہینہ کے رستہ میں  
پھیلی ہوئی تھی اور جس پر سات سات کوس کے  
فاصلہ سے ایک ایک سرائے پختہ ہو گئی تھی لب  
سڑک جا بجا کتوئیں اور مسجدیں اور مسجدوں میں  
امام اور مؤذن مقرر کئے تھے۔ سرائوں میں ہندو  
اور مسلمان نوکر تھے۔ تاکہ سب مسافروں کو آرام  
ملے۔ سڑک کے دونوں طرف درخت لگوا دیئے  
تھے۔ کوس کوس بھر پر ایک ایک منارہ بنوایا تھا۔  
جس سے رستہ کا اندازہ ہو۔

یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب: حضرت  
جنید بغدادی اور بایزید بسطامی تیسری صدی ہجری  
کے مشہور عرفاء اور کاملین میں سے تھے۔

یگانہ ہوئی غیرت حق کو حرکت: اچ یعنی  
خدا کی غیرت کا دریا جوش میں آیا۔ اور وہ اپنی مخلوق  
کو گمراہی اور ضلالت میں نہ دیکھ سکا۔ دوسرے  
مصرعہ میں جبل بوقیس کی طرف ابر رحمت کے  
بڑھنے سے یہ مراد ہے کہ رحمت الہی عرب کی طرف  
متوجہ ہوئی تیسرے مصرعہ میں خاک بطحا سے مراد  
مکہ کی زمین اور ودیعت سے مراد آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے جس کی شہادت انبیائے  
سابقین دیتے چلے آتے تھے۔ اخیر کے دو مصرعوں  
کی شرح دیکھو (دعائے خلیل) ہیں۔

یکہ تاز: جو سوار گھوڑا دوڑانے میں بے مثال ہو  
یمانی: یمن کے رہنے والے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا: اس میں  
حدیث ذل کی طرف اشارہ ہے الخلق عیال  
اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی  
عیالہ۔

یہ تھی موج پہلی اس آزادی کی: یعنی جو  
آزادی آخر کو یورپ اور امریکہ میں پہلی اوز جس  
نے دنیا کے اس بڑے حصہ کو سرسبز کیا۔ اس کی  
بنیاد اول خلافت راشدہ کے زمانہ میں پڑی تھی۔  
جیسا کہ مختصر طور پر مسدس میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ کہہ کر کیا علم پر ان کو شیدا: اس میں حدیث



# دیوانِ حالی

دیوانِ مسعودی

مکتبہ دارالعلوم دیوبند  
پبلشرز  
پتو: ۳۰۰۰۰ دیوبند  
۱۹۸۰ء

# مقدمہ شعر و شاعری

الطائف احسین حالی